مناقبِ صحابہ

تالیف

ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب مدنی ظلہ
خلیفہ مجاز برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی
نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

مکتبہ مدنیہ
۱۷- اردو بازار ○ لاہور
فون : ۶۲۵۲۰۰-۲۲۸۹۶۷۰

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ

مناقب صحابہؓ



تالیف

ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن مدنی مدظلہ

خلیفہ مجاز برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ



مکتبہ مدنیہ

۱۷- اردو بازار ○ لاہور

فون : ۶۲۵۲۰ - ۷ - ۲۲۸۹

تصنيف

طبع في

المطبعة العربية

فہرست مضامین

تمت بالخیر

دیباچہ

از حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مدظلہم العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مخدومی و معظمی حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب مدنی مدظلہم العالی کی تالیف لطیف "مناقب صحابہؓ" کے مسودے کے مطالعے کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم ہمارے دور کے وہ مغتنم بزرگ ہیں جنھیں ایک طویل عرصے تک برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کی خدمت وصحبت کی عظیم توفیق ملی، اور جو حضرت موصوفؒ کے ظاہری و باطنی فیوض سے بہرہ اندوز ہوکر خلق کے لئے تیار ہوتے، حضرتؒ کے ممتاز خلفاء میں آپ کا مقام نمایاں ہے، اور آپ جہاں بھی رہے اصلاح وارشاد اور دعوت وتبلیغ کی خدمات سے سینکڑوں انسانوں کو فائدہ پہنچایا، آجکل کینیڈا میں مقیم ہیں، اور یہاں آپ کی خدمات کی برکتیں نمایاں محسوس ہوتی ہیں،

آپ نے اپنی اس کتاب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کے مقام عظمت کو واضح کرنے کی مبارک و مشکور کوشش فرمائی ہے، ہمارے زمانے میں متعدد تحریکات ایسی اٹھی ہیں جنہوں نے عامۃ الناس کے دلوں سے سلفِ صالحین کا اعتقاد و اعتماد اٹھاکر ان میں گمراہانہ نظریات کی آبیاری کی کوشش کی ہے، یہاں تک کہ ان کے ناوکِ تشنیع نے حضرات صحابہ کرامؓ کے نفوسِ قدسیہ کو بھی نشانہ بنایا ہے، حالانکہ حضرات صحابہ کرامؓ ہی ہم تک دین اور اس کی تعلیمات کو پہنچانے کا گرانقدر وسیلہ ہیں، اگر ان پر سے اعتماد اٹھ جاتے تو پورے دین کی عمارت متزلزل ہوجاتی ہے، اور درحقیقت دشمنانِ اسلام کا یہی وہ وار ہے جس کے ذریعے وہ مسلمانوں کو اپنے دین سے کاٹنا چاہتے ہیں اور جو

لوگ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس وار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں ایمان و یقین کی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

عام طور سے حضرات صحابہ کرامؓ پر تنقید واعتراض کے لئے تاریخی روایتوں کو بنیاد بنایا جاتا ہے، حالانکہ تاریخ رطب و یابس کا مجموعہ ہے جس کی ہر بات پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ خاص طور پر عقائد واحکام کے معاملے میں کمزور تاریخی روایتوں کا کوئی مقام نہیں، اس کے برعکس حضرات صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب قرآن وحدیث میں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب مدظلہم نے اس کتاب میں پہلے اُن آیاتِ قرآنی کو شرح وبسط کے ساتھ نقل فرمایا ہے جن سے صحابہ کرامؓ کی فضیلت ومنقبت ثابت ہوتی ہے، پھر اُن احادیث کا ایک انتخاب ضروری تشریحات کے ساتھ پیش کیا ہے جو صحابہ کرامؓ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں، پھر خاص خاص صحابہ کرامؓ کے مناقب مختلف احادیث سے جمع کئے ہیں۔

اگر دل میں حق کی طلب ہو تو ان آیات واحادیث اور ان کی تفسیر وتشریح کے مطالعے کے بعد حضراتِ صحابہ کرامؓ کا صحیح مقام سمجھ میں آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اس کے ذریعے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں۔ آمین ثم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد تقی عثمانی

خادم دارالعلوم، کراچی نمبر ۱۴

وارد حال ٹورنٹو، کنیڈا۔

تقریظ

از حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب دامت برکاتہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس صدی کے مجدد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ مجاز ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب میمنی مدنی کی کتاب "مناقب صحابہ" اپنے رنگ کی ایک خاص کتاب ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر صحابہ کرامؓ سے محبت اور عظمت اور عقیدت بڑھتی ہے۔

میں نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے، بلا شبہ یہ قرآن و حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام سے محبت اور عظمت کا ایک گلدستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع خلائق بنائے، اور اسے صحابہ کرام کی محبت کا ذریعہ بنائے۔

ولی حسن
۱۰ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

صحابہ کرام کی جماعت وہ جماعت ہے جس کی تربیت براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار کام قرآن مجید میں ذکر فرماتے گئے ہیں ایک کتاب اللہ کی تلاوت، دوسرے کتاب اللہ کی تعلیم دینا، تیسرے حکمت سکھانا اور چوتھے تزکیہ کرنا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا ایسا تزکیہ فرمایا کہ وہ حضرات ساری امت کے لئے نمونہ بنا دیئے گئے، قرآن مجید میں اور بے شمار احادیث میں ان کو نمونہ اور معیار حق قرار دیا گیا ہے۔ ان کے فضائل اور مناقب قرآن پاک میں اور احادیث کی ساری ہی کتابوں میں بے شمار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا، ان کو جنتی قرار دیا۔

صحابہ کرام نے کتاب اللہ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو محفوظ کیا اور ان کو امت تک پہنچایا، اس کے لئے انھوں نے قربانیاں پیش کیں، اپنی جان، مال، اولاد کسی کی بھی پرواہ نہیں کی۔ ان کی قربانیوں کے واقعات بے شمار کتابوں میں لکھے ہوتے ہیں۔ بالخصوص مرشدی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کا رسالہ "حکایات صحابہ" اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی تالیف "حیاۃ الصحابہ" قابل دید ہیں۔ نیز مولانا عاشق الٰہی صاحب کا رسالہ "فضائل صحابہ" اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے رسالہ "مقام صحابہ" کا بھی مطالعہ مفید ہے۔

اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ بنی آدم میں انبیاء کرام علیہم السلام

کے بعد افضل ترین صحابہ کرام ہی ہیں۔ ان کے بارے میں وارد شدہ آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ کا احاطہ تو مجھ جیسے بے علم کے لئے ناممکن ہے۔ نمونہ کے طور پر چند آیات اور احادیث نقل کرتا ہوں۔ سمجھدار کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔ احمق اور گمراہ لوگوں کے لئے تو دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

(ڈاکٹر) محمد اسماعیل میمن مدنی غفرلہ
(مقیم کینیڈا)
۵ر شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۸۸ء

باب اوّل

صحابہ کرام قرآن کی نظر میں

قرآن کریم صحابہ کرام کے تذکروں اور مناقب سے بھرا پڑا ہے کیونکہ نزول قرآن انھی کے زمانہ میں ہوا ہے، اور وہی قرآن کریم کے اولین مخاطب ہیں، نیز انھیں ہی یہ سعادت حاصل ہوئی ہے کہ انھوں نے قرآن کریم کی دعوت کو قبول کیا اور پھر اس کی اشاعت اور نفاذ کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیا، ان کی زندگیاں قرآن کریم کی عملی تفسیر تھیں،

صحابہ کرام کے اوصاف تورات میں

صحابہ کرام کے نفوس بابرکات وہ ہیں جن کا انسانوں کو صدیوں سے انتظار تھا اسی لئے خود تورات اور انجیل میں بھی ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ
اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ
فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ
ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ
فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ
فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى
سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ
الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کی صحبت پائے ہوتے ہیں، وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں نرم دل ہیں، تو ان کو دیکھتا ہے کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوتے ہیں، ان کی عبدیت کے آثار سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں ان کے یہ اوصاف تورات میں ہیں اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے جیسے کھیتی کہ اس نے پہلے زمین سے سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو موٹی کیا پھر وہ

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔

کھیتی اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنا پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کہ اپنے بھرے ہونے سے) کسانوں کو بھی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ کرام میں اول ضعف تھا، پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور انہیں یہ ترقی اس لئے دی گئی، تاکہ ان کی اس حالت سے کافروں کو جلن ہو اور اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور نیک کام کر رہے ہیں، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

(ف) یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی ہے اور اس میں اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام کے اوصاف و فضائل اور خاص علامات کا ذکر فرمایا ہے۔ اس طرح ان کو اس سخت امتحان میں کامیابی کا انعام دیا ہے، جو صلح حدیبیہ کے وقت ان سے لیا گیا تھا نیز اس میں یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں، اور آپ کے بعد کوئی پیغمبر آنے والا نہیں، اور آپ نے اپنے بعد امت کے لئے کتاب اللہ کے ساتھ اپنے اصحاب ہی کو بطور نمونہ چھوڑا ہے اور ان کی اقتداء و اتباع کے احکام دیئے ہیں، اس لئے قرآن کریم نے بھی ان کے کچھ فضائل اور علامات بیان فرما کر ان کی اتباع کی ترغیب اور تاکید کی ہے۔

صحابہ کرام کے اوصاف و فضائل اور خاص علامات

اس آیت میں صحابہ کرام کی پہلی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ کفار کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کیلئے نرم دل ہیں،

کفار کے مقابلہ میں سخت ہونا ان کی زندگیوں میں ہر موقع پر ثابت ہوتا رہا ہے حتیٰ کہ نسبی رشتے ناطے بھی انہوں نے اسلام پر قربان کر دیئے۔ اور آپس میں مہربان اور ایثار پیشہ ہونا بھی ان کی پوری زندگیوں میں بھرا پڑا ہے، اور اس صفت کا اس وقت اظہار اپنے عروج پر پہنچ گیا، جب مہاجرین اور انصار میں مواخات ہوئی، اور انصار نے اپنی سب چیزوں

میں مہاجرین کو شرکت کی دعوت دی۔

قرآن کریم نے صحابہ کرام کے اس وصف کو سب سے پہلے بیان فرمایا ہے کیونکہ درحقیقت اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کی دوستی اور دشمنی، محبت یا عداوت کوئی چیز اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتی، بلکہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے ہوتی ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو ایمان کامل کا اعلیٰ ترین مقام ہے، صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ جو شخص اپنی محبت اور بغض وعداوت دونوں کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے، اس کا ایمان مکمل ہو گیا اسی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام کے کفار کے مقابلہ میں سخت ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ کبھی کسی کافر پر رحم نہیں کرتے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس موقع پر اللہ ورسول کا حکم کفار پر سختی کا ہوتا ہے وہاں ان کو اپنے رشتے ناطے یا دوستی وغیرہ کے تعلقات بھی رکاوٹ نہیں بنتے۔

جہاں تک کفار کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ ہے تو خود قرآن کریم نے بتایا ہے کہ لاینھاکم اللہ (الی) ان تبروا وتقسطوا الیھم یعنی جو کفار مسلمانوں کے درپے آزار اور مقاتلہ پر نہیں ان کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ منع نہیں کرتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بے شمار واقعات ہیں، جن میں ضعیف ومجبور یا ضرورت مند کفار کے ساتھ احسان وکرم کے معاملات کئے گئے ہیں اور ان کے معاملہ میں عدل وانصاف کو برقرار رکھنا تو اسلام کا عام حکم ہے، عین میدان کارزار میں بھی عدل وانصاف کے خلاف کوئی کارروائی جائز نہیں۔

آیت میں دوسرا وصف صحابہ کرام کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کا عام حال یہ ہے کہ وہ رکوع وسجدہ اور نماز میں مشغول رہتے ہیں، ان کو دیکھنے والے اکثر ان کو اسی کام میں مشغول پاتے ہیں، پہلا وصف کمال ایمان کی علامت تھی جب کہ دوسرا وصف کمال عمل کا بیان ہے کیونکہ اعمال میں سب سے افضل نماز ہے۔

سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود یعنی نماز ان کا ایسا وظیفہ زندگی بن گیا ہے کہ نماز اور سجدے کے مخصوص آثار ان کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں مراد ان آثار سے وہ انوار ہیں جو عبدیت اور خشوع اور خضوع کی وجہ سے ہر متقی عبادت گزار کے چہرے پر مشاہدہ کئے جاتے ہیں، پیشانی میں جو نشان سجدہ کا پڑجاتا ہے وہ مراد نہیں، خصوصاً نماز تہجد کا یہ اثر بہت واضح ہوتا ہے، چنانچہ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ جو شخص رات میں نماز کی کثرت کرتا ہے، دن میں اس کا چہرہ حسین پُرنور نظر آتا ہے حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اس سے مراد نمازیوں کے چہروں کا وہ نور ہے جو قیامت میں نمایاں ہوگا۔

ذلك مثلھم فی التوراة ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطئه صحابہ کرام کی جو علامت اوپر بیان فرمائی ہے کہ کفار کے مقابلہ میں سجدوں اور نمازوں کا نور ان کی پیشانیوں کی علامت ہے۔ اس آیت میں فرمایا کہ ان کی یہی مثال تورات میں بیان کی گئی ہے۔

پھر فرمایا کہ انجیل میں ان کی ایک اور مثال یہ دی گئی ہے کہ وہ ایسے ہیں جیسے کوئی کاشتکار زمین میں بیج اگائے تو اوّل وہ ایک ضعیف سی سوئی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، پھر اس میں شاخیں نکلتی ہیں، پھر وہ اور قوی ہوتا ہے، پھر اس کا مضبوط تنا بن جاتا ہے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شروع میں بہت کم تھے، ایک وقت ایسا تھا کہ آنحضرت کے سوا صرف تین مسلمان تھے، مردوں میں صدیق اکبر، عورتوں میں حضرت خدیجہ، بچوں میں حضرت علی، پھر رفتہ رفتہ ان کی قوت بڑھتی رہی یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں شریک ہونے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ بتائی گئی ہے۔

تورات اور انجیل میں صحابہ کرام کی مثال مذکور ہونا تو اس آیت شریفہ میں معلوم ہو

گیا، مگر چونکہ ان دونوں آسمانی کتابوں میں بہت کچھ تحریف ہو چکی ہے، اس کے باوجود ان میں ایسی پیشین گوئیاں اب تک بھی مذکور ہیں جن کو "اظہار الحق" میں مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی ؒ نے ذکر کیا ہے، اس کا اردو ترجمہ "بائبل سے قرآن تک" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔

لیغیظ بھم الکفار صحابہ کے ساتھ غیظ کفر کی علامت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اُن صفات کمال کے ساتھ مزین فرمایا، اور ان کو ضعف کے بعد قوت، قلت کے بعد کثرت بخشی، یہ سب کام اس لئے ہوا، تاکہ ان کو دیکھ کر کافروں کو غیظ ہو، اور وہ حسد کی آگ میں جلیں۔ حضرت ابو عروۃ زبیری فرماتے ہیں کہ ہم حضرت امام مالک کی مجلس میں حاضر تھے، ایک شخص نے بعض صحابہ کرام کی تنقیص کے کچھ کلمات کہے تو امام مالک یہ آیت پوری تلاوت کر کے جب لیغیظ بھم الکفار پر پہنچے تو فرمایا کہ جس شخص کے دل میں صحابہ کرام میں سے کسی کے ساتھ غیظ ہو تو اس آیت کی وعید اس کو ملے گی (قرطبی) حضرت امام مالک نے یہ تو نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہو جائے گا، مگر یہ فرمایا کہ یہ وعید اس کو بھی پہنچے گی، مطلب یہ ہے کہ وہ کافروں جیسا کام کرنے والا ہو جائے گا۔

وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرا عظیما منھم کا حرف مِن اس جگہ باتفاق مفسرین بیانیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں، دوسرے یہ کہ ان سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے، اس آیت کے مفہوم میں وہ صحابہ کرام تو بلا شبہ داخل اور آیت کے پہلے مصداق ہیں جو سفر حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک تھے، ان سب کے متعلق اوپر کی آیات میں حق تعالیٰ نے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا ہے۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ اور رضائے الٰہی کا یہ اعلان اس کی ضمانت ہے کہ یہ سب مرتے دم تک ایمان و عمل صالح پر قائم رہیں گے، کیونکہ اللہ تو علیم و خبیر ہے، اگر کسی

کے متعلق اس کو یہ معلوم ہو جاتے کہ یہ کسی وقت ایمان سے پھر جانے والا ہے تو اس سے اپنی رضا کا اعلان نہیں فرما سکتے۔ ابن عبدالبر نے مقدمہ استیعاب میں اسی آیت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ومن رضی اللّٰہ عنہ لم یسخط علیہ ابداً یعنی اللہ جس سے راضی ہو جائے، پھر اس پر کبھی ناراض نہیں ہوتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی بناء پر ارشاد فرمایا کہ بیعت رضوان میں شریک ہونے والوں میں سے کوئی آگ میں نہیں جائے گا تو یہ وعدہ جو اصالۃً انہی کے لئے کیا گیا ہے ان میں سے بعض کا مستثنیٰ ہونا قطعاً باطل ہے، اسی لئے امت کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل و ثقہ ہیں (معارف القرآن ملخصاً)

اللہ کی رضا کا پروانہ

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مختلف مقامات میں اعلان فرما چکے ہیں کہ میں صحابہ سے راضی اور خوش ہوں اور وہ مجھ سے راضی اور خوش ہیں،

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (توبہ۔۱۰۰)

اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ عظیم کامیابی ہے،

(ف) اس آیت میں صحابہ کرام کے دو طبقے بیان فرماتے ہیں، ایک سابقین اولین کا، دوسرے بعد میں ایمان لانے والوں کا، اور دونوں طبقوں کے متعلق یہ اعلان کر دیا گیا

ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اور ان کے جنت کا مقام و دوام مقرر ہے، جس میں تمام صحابہ کرام داخل ہیں، امام ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

یا ویل من ابغضهم او سبهم او سب بعضهم .... فاین هولاء من الایمان بالقرآن اذ یسبون من رضی الله عنهم۔ (ابن کثیر)

ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے جو صحابہ کرام یا ان میں سے بعض سے بغض رکھیں، ان کو بُرا کہیں، ان لوگوں کا ایمان بالقرآن سے کیا واسطہ جو ایسے لوگوں کو بُرا کہتے ہیں جن سے رضامندی کا خود اللہ نے اعلان فرما دیا ہے۔

علامہ ابن عبد البر مقدمہ استیعاب میں یہی آیت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ومن رضی الله عنه لم یسخط علیه ابدا ان شاء الله تعالیٰ۔

اللہ جس سے راضی ہو گیا پھر اس سے کبھی ناراض نہیں ہو گا، انشاء اللہ۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب اگلی پچھلی چیزوں کا علم ہے، وہ راضی اسی شخص سے ہو سکتے ہیں، جو آئندہ زمانے میں بھی رضا کے خلاف کام کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کسی کے واسطے رضا الٰہی کا اعلان اس کی ضمانت ہے کہ اس کا خاتمہ اور انجام بھی اسی حالت صالحہ پر ہو گا، اس سے رضا الٰہی کے خلاف کوئی کام آئندہ بھی نہیں ہو گا۔ یہی مضمون حافظ ابن تیمیہ نے شرح عقیدہ واسطیہ میں اور سفارینی نے شرح درہ مضیئہ میں بھی لکھا ہے، اس سے ان ملحدین کے شبہ کا ازالہ خود بخود ہو گیا، جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے یہ اعلانات اس وقت کے ہیں، جب کہ ان کے حالات درست تھے، بعد میں معاذ اللہ ان کے حالات خراب ہو گئے، اس لئے وہ اس انعام و اکرام کے مستحق نہیں رہے، نعوذ باللہ منہ، کیونکہ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شروع میں بوجہ انجام سے بے خبری کے راضی ہو گئے تھے، بعد میں حکم بدل گیا، نعوذ باللہ منہ،

امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں حمید بن زیاد کا واقعہ نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن کعب قرظی (مشہور منہ) سے پوچھا کہ آپ مجھے مشاجرات صحابہ کے بارے میں کچھ بتلایئے، تو انھوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام کی مغفرت کر دی ہے، اور خود اپنی کتاب میں چھوٹے بڑے تمام صحابہ کے لئے جنت لازم ہونے کا اعلان فرما دیا ہے۔ میں نے عرض کیا کس آیت میں یہ اعلان ہے؟ فرمایا سبحان اللہ! کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی والسابقون الاوّلون الآیہ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ساتھیوں کے لئے جنت لازم کر دی ہے اور ان سب سے اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا ہے۔ البتہ تابعین کے لئے ایک شرط لگا دی ہے۔ میں نے پوچھا وہ شرط کیا ہے؟ فرمایا، وہ شرط یہ ہے کہ وہ صحابہ کے اچھے اعمال کی پیروی کریں، اور کسی اور کو اپنا مقتدا نہیں بنائیں یا یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ وہ ان کے بعد ان کے بارے میں اچھی باتیں کریں۔ اور ان کے بارے نہ تو بدکلامی کریں نہ طعن و تشنیع کریں، حمید بن زیاد کہتے ہیں، مجھے ایسا لگا جیسے پہلے میں نے یہ آیت پڑھی ہی نہ تھی،

خلاصہ یہ کہ یہ آیت وہ آیت ہے جس میں تمام صحابہ کرام کو پروانۂ رضا اور بشارت جنت سے نوازا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے طفیل حضرات تابعین کو بھی دائرہ رحمت میں سمو لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر آیات میں صحابہ کے مختلف گروہوں کو خوشنودی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

مہاجرین کے فضائل

حضرات صحابہ کرامؓ کو عام طور پر دو جماعتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک وہ جماعت جس میں مسلمانان مکہ اور وہ حضرات شامل ہیں، جو ہجرت مدینہ سے قبل اسلام لاتے اور پھر اسلام ہی کی خاطر انھوں نے اپنا وطن، گھر بار، مال و دولت اور اعزاء و اقربا کو چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کی۔ ان کو مہاجرین کہا جاتا ہے۔ دوسری وہ جماعت جس میں ان مہاجرین سے تعاون کرنے

والے اور ان کو پناہ دینے والے مسلمانان مدینہ آتے ہیں۔ اور جن کو انصار کہا جاتا ہے قرآن اور حدیث میں ان دونوں جماعتوں کے فضائل بڑی تفصیل سے آتے ہیں پہلے کچھ ذکر مہاجرین کا کیا جاتا ہے، پھر انصار کا تذکرہ کیا جائے گا۔

حضرات مہاجرین کے بارے میں قرآن کریم نے بڑے دو ٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ انھوں نے یہ سب قربانی خالصتہً اللہ کے لئے دی ہے، اور ان کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنے اس عمل میں کامیاب رہے ہیں، اور بارگاہ الٰہی سے انھیں پروانہ رضامندی بخش دیا گیا ہے چنانچہ سورۃ حشر میں ارشاد فرمایا گیا۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔ (الحشر۔ ۸)

(مال غنیمت میں، ان محتاج مہاجرین کا بھی حق ہے جو اپنے وطن سے نکالے گئے اور اپنی جائیداد و دولت سے محروم کر دیئے گئے اور خدا کے فضل اور اس کی رضامندی کے متلاشی ہیں اور خدا اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی راست باز لوگ ہیں،

(ف) اس آیت میں مہاجرین کے چند اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ ان کو ان کے وطن اور جائیداد سے نکال دیا گیا، یعنی کفار مکہ نے ان پر اس قدر مظالم کئے اور ان کو اس قدر تکلیفیں پہنچائیں کہ ان کو مجبوراً سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی

دوسرا یہ کہ ان کے اسلام میں داخل ہونے اور پھر ہجرت کرکے مال و وطن کو چھوڑنے کی کوئی دنیاوی غرض نہ تھی بلکہ صرف اللہ کا فضل اور رضا مطلوب تھی جس سے ان کا کمال اخلاص معلوم ہوا۔

تیسرا یہ کہ یہ سب کام انہوں نے اس لئے اختیار کئے کہ اللہ اور اس کے رسول

کی مدد کریں، اللہ کی مدد سے مراد اس کے دین کی مدد ہے، جس میں انھوں نے حیرت انگیز قربانیاں پیش کیں۔

چوتھا یہ کہ یہی لوگ قول و عمل کے سچے ہیں۔ اس آیت نے تمام مہاجرین صحابہ کے صادق ہونے کا عام اعلان کر دیا۔ اب جو شخص ان میں سے کسی کو جھوٹا قرار دے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اس آیت کا منکر ہے۔ ان حضرات مہاجرین کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ مقام تھا کہ اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے ان فقراء مہاجرین کا وسیلہ دے کر دعا فرماتے تھے (رواہ البغوی، مظہری، معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۳۷۲)

ایک دوسری آیت میں مہاجرین کے اوصاف بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا،

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج۔ ۴۰۔ ۴۱)	وہ لوگ اپنے گھروں سے ناحق اس جرم میں نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹوا دیتا تو کلیسے اور گرجے اور عبادت خانے اور مساجد جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے گرا دیئے جا چکے ہوتے اور جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ قوت والا اور غالب ہے، یہ لوگ (مہاجرین) ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو حکومت دے کر زمین پر قادر کر دیں تو یہ نماز پڑھیں گے، زکوٰۃ دیں گے اور لوگوں کو اچھے کاموں کے لئے کہیں گے اور برے کاموں سے منع کریں گے اور

انجام خدا ہی کے لئے ہے۔

(ف) اس آیت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ مہاجرین وہ لوگ ہیں جنھیں محض اللہ کا نام لینے پر بے گھر کر دیا گیا اور ان پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے گئے، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سب قربانی سے ان کا مطمح نظر محض اللہ کے دین کی سربلندی ہے، چنانچہ اگر انھیں اقتدار ملے تو وہ اللہ کے دین کو اللہ کی زمین پر پورا پورا قائم کر کے دکھا دیں چنانچہ ہوا بھی یہی، حضرات صحابہ کو جب حکومت ملی تو انھوں نے وہی کچھ کر کے بتلا دیا جو اس آیت میں کہا گیا ہے، اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اس آیت کے بارے میں ارشاد ہے کہ ثنا۔ قبل بلاد یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں عمل کے وجود میں آنے سے پہلے ہی عمل کرنے والوں کی ثناء ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ کی اس خبر کا جس کا وقوع یقینی تھا، اس دنیا میں وقوع اس طرح ہوا کہ چاروں خلفائے راشدین مہاجرین اور الذین اخر جوا کے صحیح مصداق تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں کو سب سے پہلے زمین کی مکنت و قدرت یعنی حکومت و سلطنت عطا فرمائی اور قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق ان کے اعمال و کردار اور کارناموں نے دنیا کو دکھلا دیا کہ انھوں نے اپنے اقتدار کو اسی کام میں استعمال کیا کہ نمازیں قائم کیں، زکوٰۃ کا نظام مضبوط کیا، اچھے کاموں کو رواج دیا، برے کاموں کا راستہ بند کیا،

اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ خلفائے راشدین سب کے سب اسی بشارت کے مصداق ہیں، اور جو نظام خلافت ان کے زمانے میں قائم ہوا وہ حق و صحیح اور عین اللہ تعالیٰ کے ارادے اور رضا اور پیشگی خبر کے مطابق ہے

در روح المعانی

ان مہاجرین نے چونکہ یہ قربانیاں بڑے اخلاص سے دی تھیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں قبول فرمایا اور اپنی رضامندی اور انعام کے پروانے سے نوازا،

چنانچہ ارشاد ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (التوبہ: ۲۱،۲۲)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں، ان کا رب ان کو اپنی خوشنودی اور رحمت اور ایسے باغوں کی خبر دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش ہے اور یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

(ف) اس آیت میں مہاجرین کو نہ صرف کامیاب قرار دیا گیا ہے بلکہ انھیں اللہ نے اپنی رحمت، رضامندی اور نعمتوں سے پُر جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے قیام کی بشارت بھی سنائی ہے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا گیا۔

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔

(آل عمران: ۱۹۵)

پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے وطن سے نکالے گئے اور میرے راستے میں تکلیفیں پہنچائے گئے اور لڑے اور مارے گئے، ہم ان کی برائیوں کو مٹا دیں گے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی اور اللہ کے ہاں ہی اچھا بدلہ ہے۔

(ف) اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہجرت بجائے خود ایک ایسا عمل ہے

جس کی برکت سے آدمی کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے، چنانچہ اس آیت میں حضرات مہاجرین کے تمام گناہوں کی معافی کی خبر دی گئی ہے اور انھیں دخول جنت کی بشارت سنائی گئی ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا گیا۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔	پھر خدا ان لوگوں کے لئے جنھوں نے مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد گھر بار چھوڑا اور جہاد کیا اور (ان تکلیفوں پر) صبر کیا۔ بے شک تمہارا خدا (ان امتحانوں کے بعد) بخشنے والا مہربان ہے۔
(نحل،)	

(ف) یہ آیت اس بات کی شاہد ہے کہ حضرات مہاجرین نے راہِ خدا میں بڑی تکالیف اٹھائی ہیں، گھر بار چھوڑا۔ اور ہر طرح کی جسمانی اور روحانی اذیتیں برداشت کیں مگر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں اس استقامت اور صبر کا بدلہ ان کی مغفرت کے ذریعہ عطا فرما دیا۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ۔	جن لوگوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی پھر شہید ہو گئے یا مر گئے، ان کو خدا ضرور اچھا رزق دے گا، بے شک خدا ہی روزی دینے والوں میں بہتر روزی دینے والا ہے۔ وہ ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جس سے وہ لوگ خوش ہو جائیں گے اور اللہ سب کچھ جاننے والا تحمل والا ہے۔
(حج۔ ۵۸۔ ۵۹)	

(ف) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت حضرات مہاجرین کو ان کی قربانیوں

کے بدلے اس قدر انعامات سے مالامال فرمائے گا کہ وہ اپنے سارے دکھ اور غم بھول جائیں گے اور خوب خوش ہو جائیں گے۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (نحل۔ ۴۲)

اور جن مسلمانوں نے اپنی مظلومیت کی وجہ سے ہجرت کی ان کو ہم دنیا میں ضرور اچھی جگہ بٹھائیں گے اور آخرت کا اجر اس سے بہت بڑا ہے۔

(ف) اس آیت میں حضرات مہاجرین کے ساتھ دو وعدے کئے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ دین کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑنے کے بدلے دنیا میں بھی انہیں اچھا ٹھکانہ ملے گا، اور دوسرے یہ کہ اس قربانی پر انھیں آخرت میں عظیم الشان اجر و ثواب سے مالامال کیا جائے گا۔

یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات صحابہ کرام سے فرمایا تھا، جنھوں نے حبشہ کی طرف یا پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی، اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ دنیا میں پورا ہو چکا ہے، جس کا سب نے مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کو مہاجرین کے لئے کیسا اچھا ٹھکانا بنا دیا، ایذا دینے والے پڑوسیوں کے بجائے غم خوار، ہمدرد جاں نثار پڑوسی ملے، دشمنوں پر فتح و غلبہ نصیب ہوا۔ ہجرت کا تھوڑا ہی عرصہ گزرنے کے بعد ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے گئے، فقراء و مساکین مالدار ہو گئے، دنیا کے ممالک فتح ہوئے، ان کے حسن اخلاق، حسن عمل کے کارنامے رہتی دنیا تک ہر موافق و مخالف کی زبان پر رہیں، ان کو اور ان کی نسلوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت و شرف بخشا، یہ تو دنیا والی چیزیں تھیں، جو ہو چکیں، اور آخرت کے انعامات ان کے علاوہ جداگانہ ہیں، جو ضرور بالضرور مل کر رہیں گے۔

مہاجرین کے فضائل ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات میں بیان ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ آیات آگے فضائل انصار کے تحت آرہی ہیں۔

قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں بھی ہجرت کی اہمیت اور مہاجرین صحابہ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔

لولا الهجرة لكنت امرأ من الانصار (بخاری)

اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں کا ایک فرد ہوتا۔

مطلب یہ کہ چونکہ نصرت کی نسبت ہجرت اللہ کے نزدیک زیادہ اجر اور قبولیت کا عمل ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مہاجر ہونے کا شرف بخشا۔

حضرات صحابہ کرام کی ہجرت مال و دولت اور دنیا و جاہ و عزت کے لئے نہیں ہوتی تھی بلکہ خالصتہً اللہ کی رضا پیش نظر ہوتی تھی، حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛

كنا هاجرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم نبتغي وجه الله فوجب اجرنا على الله (بخاری)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خالصتہً لوجہ اللہ ہجرت کی تھی، اس لئے ہم اجر کے مستحق ہوگئے۔

چونکہ مہاجرین اپنے وطن کو خالصتہً اللہ کے لئے چھوڑتے تھے، اس لئے دوبارہ اپنی آبائی دھرتی میں رہنا یا مرنا تک گوارا نہ کرتے تھے، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد کسی ضرورت سے مکہ آتے اور وہاں آکر سخت بیمار پڑ گئے جب حالت نازک ہوئی تو محض اس خیال سے اور زیادہ پریشان تھے کہ کہیں مکہ ہی میں انتقال نہ ہو جاتے اور ہجرت جیسا قیمتی عمل اکارت نہ ہو جاتے، تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور خاص دُعا کروائی کہ اللہ انھیں صحت بخشے اور

ان کا عمل ہجرت ناتمام نہ رہ جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تو میرے صحابہ کی ہجرت مکمل فرما، اور انھیں الٹے پاؤں ان کے وطنوں کی طرف مت لوٹا (بخاری)

اکابر صحابہ ہجرت کو بڑا قیمتی سرمایہ جانتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے فخر سے بیان فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دو ہجرتیں کی ہیں، یعنی پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت کی اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ ہجرت کی (بخاری)

قیامت کے دن بھی مہاجرین صحابہ کو عام امت پر خاص امتیاز حاصل ہوگا، حدیث میں آتا ہے:۔

عن ابن عمر قال کنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً حین طلعت الشمس فقال سیاتی ناس من امتی نورھم کضوء الشمس قلنا من اولئک یا رسول اللہ فقال فقراء المهاجرین بهم المکارہ یموت احدھم وحاجتہ فی صدرہ یحشرون من اقطار الارض (کنز العمال ج ۴، ص ۵۵)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ طلوعِ آفتاب کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، آپ نے فرمایا کہ عنقریب قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ ایسے اٹھیں گے کہ جن کا نور ضیائے شمس کے مماثل ہوگا، ہم لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے، فرمایا فقراء مہاجرین جن کے ذریعہ مصیبتوں کا تحفظ کیا جاتا ہے اور اپنی حسرتیں اور تمنائیں سینوں میں لئے ہوئے دنیا سے اٹھتے ہیں، یہ لوگ مختلف اقطاعِ عالم سے اٹھائے جائیں گے۔

ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین کے لئے عام مسلمانوں سے مدتوں پہلے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ:۔

اتعلم اول زمرة تدخل الجنة من امتی؛ فقراء المهاجرین یاتون یوم القیامۃ الی باب الجنۃ و یستفتحون فتقول لھم او قد حوسبتم قالوا بای شئ محاسب وانما کانت اسیافنا علی عواتقنا فی سبیل اللہ حتی متنا علی ذلک فیفتح لھم فیقیلون فیھا اربعین عاما قبل ان یدخلھا الناس (مستدرک حاکم)

کیا تم میری امت کے اس زمرہ کے لوگوں کو جانتے ہو، جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا وہ فقراء مہاجرین ہوں گے، قیامت کے روز وہ جنت کے دروازہ پر آکر باب جنت کھلوانا چاہیں گے، دربان سوال کریں گے کہ کیا تمہارا حساب ختم ہوچکا، وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہمارا کس چیز کا حساب ہوگا، خدا کے راستہ میں ہماری تلواریں ہمیشہ ہمارے کاندھوں پر رہیں اور اسی اُن کے ساتھ جان دے دی، اس کے بعد جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور عام لوگوں کے داخلہ سے چالیس سال قبل وہ لوگ اس میں آرام کریں گے۔

انصار کے فضائل

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں دوسری بڑی جماعت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ان مہاجرین کو خوش آمدید کہا اور اپنے شہروں میں انھیں بسایا۔ اور ایثار اور قربانی کی وہ عظیم الشان مثالیں قائم کیں جن کی کوئی نظیر پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ قرآن کریم میں بکثرت ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایک جگہ انصار کی صفات بتاتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ

(نیز مال فئی میں) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار الاسلام (یعنی مدینہ) میں اور ایمان میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوتے ہیں (مراد اس سے انصاری حضرات ہیں اور مدینہ میں ان کا پہلے قرار پکڑنا تو ظاہر ہے

بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(الحشر: ۹-۱۰)

کہ یہیں کے باشندے تھے اور ایمان میں پہلے قرار پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کے مدینہ آنے سے پہلے ہی یہ حضرات مشرف باسلام ہو چکے تھے خواہ اصل ایمان ان کا بعض مہاجرین کے ایمان سے مؤخر ہی ہو، جو ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو (مال غنیمت وغیرہ میں سے) جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار بوجہ محبت کے) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر محبت کرتے ہیں کہ اطعام وغیرہ میں ان کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو (یعنی خود لبا اوقات فاقہ سے بیٹھ رہتے ہیں اور مہاجرین کو کھلا دیتے ہیں) اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے (جیسے یہ لوگ ہیں کہ حرص اور اس کے مقتضا پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پاک رکھا ہے) ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فئی میں حق ہے) جو (دار الاسلام میں یا ہجرت میں یا دنیا میں) ان (مہاجرین وانصار مذکورین کے) بعد آئے (یا آئیں گے) جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے، اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق ورحیم ہیں۔

(ف) پہلی آیت شریفہ میں انصار کے بعض فضائل واوصاف ذکر فرماتے گئے ہیں اس میں پہلی فضیلت حضرات انصار کی یہ بیان فرمائی کہ جو شہر اللہ کے نزدیک دار الہجرت اور دار الایمان بننے والا تھا، یعنی مدینہ منورہ اس میں ان لوگوں کا قیام وقرار مہاجرین سے

پہلے ہو چکا تھا، اور مہاجرین کے یہاں منتقل ہونے سے پہلے ہی یہ حضرات ایمان قبول کر کے اس میں پختہ ہو چکے تھے۔

دوسری صفت حضرات انصار کی اس آیت میں یہ بیان فرمائی کہ یہ حضرات ان لوگوں سے محبت رکھتے ہیں، جو ہجرت کر کے ان کے شہر میں چلے آتے ہیں جو عام دنیا کے انسانوں کے مزاج کے خلاف ہے، ایسے اجڑے ہوئے خستہ حال لوگوں کو اپنی بستی میں جگہ دینا کون پسند کرتا ہے، ہر جگہ ملکی اور غیر ملکی کے سوالات کھڑے ہوتے ہیں مگر ان حضرات انصار نے صرف یہی نہیں کیا کہ ان کو اپنی بستیوں میں جگہ دی، بلکہ اپنے مکانوں میں آباد کیا اور اپنے اموال میں حصہ دار بنایا اور اس طرح عزت اور احترام کے ساتھ ان کا استقبال کیا کہ ایک ایک مہاجر کو اپنے پاس جگہ دینے کے لئے کئی کئی انصاری حضرات نے درخواست کی، یہاں تک کہ قرعہ اندازی کرنا پڑی، قرعہ کے ذریعہ جو مہاجر جس انصاری کے حصہ میں آیا، اس کو سپرد کیا گیا

تیسرا وصف حضرات انصار کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنے مہاجرین بھائیوں کو مال غنیمت وغیرہ میں سے جو کچھ ملتا ہے، اس سے یہ حضرات اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے، اس جملے کا تعلق اس خاص واقعہ سے ہے جو بنو نضیر کے جلا وطن ہونے اور ان کے باغات و مکانات پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے کے وقت پیش آیا۔

اموال بنو نضیر کی تقسیم کا واقعہ

صورت یہ تھی کہ جب اس آیت میں اموال فئی کی تقسیم مہاجرین و انصار وغیرہ میں کرنے کا اختیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا گیا، یہ وہ وقت تھا کہ مہاجرین کے پاس نہ اپنا کوئی مکان تھا نہ جائیداد، وہ حضرات انصار کے مکانوں میں رہتے اور انہی کی جائیدادوں میں محنت مزدوری کر کے گزارہ کرتے تھے، جب بنو نضیر اور بنو قینقاع کے اموال بطور فئی کے مسلمانوں کو حاصل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کے سردار ثابت

بن قیس بن شماسؓ کو بلاکر فرمایا کہ اپنی قوم انصار کو میرے پاس بلا دو، انھوں نے پوچھا یارسول اللہؐ انصار کے اپنے قبیلہ خزرج کو یا سب انصار کو؟ آپ نے فرمایا سب ہی کو بلانا ہے، یہ حضرات سب جمع ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا، جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد انصار مدینہ کی اس بات پر مدح و ثناء فرمائی کہ انھوں نے جو سلوک اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ کیا وہ بڑے عزم و ہمت کا کام تھا، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کے اموال آپ لوگوں کو دے دیتے ہیں، اگر آپ چاہیں تو میں ان اموال کو مہاجرین و انصار سب میں تقسیم کر دوں اور مہاجرین بدستور سابق آپ کے مکانوں میں رہائش پذیر رہیں۔ اور آپ چاہیں تو ایسا کیا جائے کہ یہ بے گھر و بے زر لوگ ہیں، یہ اموال صرف ان میں تقسیم کر دیئے جائیں، اور یہ لوگ آپ کے گھروں کو چھوڑ کر الگ اپنے اپنے گھر بسا لیں۔

یہ سن کر انصار مدینہ کے دو بڑے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کھڑے ہوتے اور عرض کیا یارسول اللہؐ، ہماری رائے یہ ہے کہ یہ سب اموال بھی صرف مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیجئے۔ اور وہ پھر بھی ہمارے مکانوں میں بدستور مقیم رہیں۔ اُن کی بات سُن کر تمام حاضرین انصار بول اُٹھے کہ ہم اس فیصلے پر راضی اور خوش ہیں، اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انصار اور ابناء انصار کو دُعا دی، اور ان اموال کو صرف مہاجرین میں تقسیم فرما دیا۔ انصار میں سے صرف دو حضرات کو جو بہت حاجت مند تھے اس میں سے حصہ عطا فرمایا، یعنی سہل بن حنیفؓ اور ابو دجانہؓ۔ اور سعد بن معاذؓ کو ایک تلوار عطا فرمائی جو ابن ابی الحقیق کی ایک ممتاز تلوار تھی۔

(مظہری بحوالہ سبیل الرشاد محمد بن یوسف الصالحی)

آیت مذکورہ میں جو یہ ارشاد فرمایا لَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا، اس میں حاجت سے مراد ہر ضرورت کی چیز ہے اور مِمَّا أُوتُوا کی ضمیر مہاجرین

کی طرف راجع ہے، معنی آیت کے یہ ہیں کہ اس تقسیم میں جو کچھ مہاجرین کو دے دیا گیا انصارِ مدینہ نے خوشی سے اس کو اس طرح قبول کیا کہ گویا ان کو ان چیزوں کی کوئی حاجت ہی نہیں، اُن کو دینے سے بُرا ماننا یا شکایت کرنا اس کا تو دُور دُور کوئی امکان ہی نہ تھا، اس کے بالمقابل جب بحرین فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ یہ پورا مال صرف انصار میں تقسیم کر دیا جائے مگر انصار نے اس کو قبول نہ کیا، بلکہ عرض کیا ہم اس وقت تک نہ لیں گے جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اس میں سے حصہ نہ دیا جائے۔

(رواہ البخاری عن انس بن مالک، از ابن کثیر)

چوتھا وصف انصارِ مدینہ رضی اللہ عنہم کا اس آیت میں یہ ذکر فرمایا ہے وَيُؤْثِرُونَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، خصاصہ کے معنی فقر و فاقہ کے ہیں، اور ایثار کے معنی دوسروں کی خواہش اور حاجت کو اپنی خواہش و حاجت پر مقدم رکھنے کے ہیں، معنی آیت کے یہ ہیں کہ حضرات انصار اپنے اوپر دوسروں کو یعنی مہاجرین کو ترجیح دیتے تھے کہ اپنی حاجت و ضرورت کو پورا کرنے سے پہلے ان کی حاجت کو پورا کرتے تھے، اگرچہ یہ خود حاجت مند اور فقر و فاقہ میں ہوں۔

حضرات صحابہ خصوصاً انصارؓ کے ایثار کے چند واقعات

اگرچہ تفسیر آیات کے لئے بیانِ واقعات کی ضرورت نہیں، مگر یہ واقعات ہر انسان کو اعلیٰ انسانیت کا سبق دینے والے اور زندگی میں انقلاب لانے والے ہیں، اس لئے حضرات مفسرین نے اس موقع پر ان کو تفصیل سے لکھا ہے، خصوصاً قرطبیؒ نے۔ اسی سے چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کے گھر رات کو کوئی مہمان آگیا، اُن کے پاس صرف اتنا کھانا تھا کہ یہ خود اور ان کے بچے کھا سکیں۔ انھوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ بچوں کو تو کسی طرح سُلا دو اور گھر کا چراغ گُل کر دو، پھر مہمان کے

سامنے کھانا رکھ کر برابر بیٹھ جاؤ کہ مہمان سمجھے کہ ہم بھی کھا رہے ہیں، مگر ہم نہ کھائیں تاکہ مہمان بافراغت کھانا کھا سکے، اس پر یہ آیت مذکورہ یوثرون علیٰ انفسھم نازل ہوئی۔

(قال الترمذی ہذا حسن صحیح)

اور ترمذی ہی میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک دوسرا واقعہ یہ منقول ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بھوک سے پریشان ہوں، آپؐ نے ازواج مطہرات میں سے ایک کے پاس اطلاع بھیجی تو ان کا جواب آیا کہ ہمارے پاس تو اس وقت بجز پانی کے کچھ نہیں، دوسری کے پاس پیغام بھیجا، وہاں سے بھی یہی جواب آیا، پھر تیسری چوتھی یہاں تک کہ تمام امہات المومنین کے پاس بھیجا اور سب کا ایک ہی جواب آیا کہ پانی کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں، اب آپ نے حاضرین مجلس سے خطاب فرمایا کہ کون ہے جو آج رات اس شخص کی مہمانی کرے۔ ایک انصاری نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں کروں گا، ان کو ساتھ لے گئے اور جا کر گھر میں پوچھا کہ کھانے کے لئے کچھ ہے تو بیوی نے بتلایا کہ صرف اتنا ہے کہ ہمارے بچے کھالیں، انصاری بزرگ نے بچوں کو سُلا دینے کے لیے فرمایا اور فرمایا کہ مہمان کے سامنے کھانا رکھنے اور خود ساتھ بیٹھ جانے کے بعد اٹھ کر چراغ گُل کر دینا کہ ہمارے نہ کھانے کا مہمان کو احساس نہ ہو، مہمان نے کھانا کھالیا، جب یہ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس معاملہ کو جو تم نے گزشتہ رات اپنے مہمان کے ساتھ کیا بہت پسند فرمایا۔

اور مہدوی نے ایک ایسا ہی واقعہ ایک انصاری بزرگ کا حضرت ثابت بن قیس کے ساتھ رات کو چراغ گُل کر کے کھانا کھلانے کا ذکر کیا ہے اور تمام واقعات کے ساتھ روایت میں یہ بھی ہے کہ آیت مذکورہ اس واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔

اور قشیری نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے ایک بزرگ

کو کسی شخص نے ایک بکری کا سر بطور ہدیہ پیش کیا، اس بزرگ نے خیال کیا کہ ہمارا فلاں بھائی اور اس کے اہل و عیال ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں، یہ سر اُن کے پاس بھیج دیا، اس دوسرے بزرگ کے پاس پہنچا تو اسی طرح انھوں نے تیسرے کے پاس اور تیسرے نے چوتھے کے پاس بھیج دیا، یہاں تک کہ سات گھروں میں پھرنے کے بعد پھر پہلے بزرگ کے پاس واپس آ گیا۔ اس واقعہ پر آیاتِ مذکورہ نازل ہوئیں، یہی واقعہ ثعلبیؒ نے حضرت انسؓ سے بھی روایت کیا ہے۔

مؤطا امام مالک میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مسکین نے اُن سے سوال کیا، ان کے گھر میں صرف ایک روٹی تھی اور ان کا اس روز روزہ تھا، آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا کہ یہ روٹی اس کو دے دو، خادمہ نے کہا کہ اگر یہ دے دی گئی تو شام کو آپ کے افطار کرنے کے لئے کوئی چیز نہ رہے گی، حضرت صدیقہؓ نے فرمایا کہ پھر بھی دے دو، یہ خادمہ کہتی ہیں کہ جب شام ہوئی تو ایک ایسے شخص نے جس کی طرف سے ہدیہ دینے کی کوئی رسم نہ تھی ایک سالم بکری بھُنی ہوئی اور اس کے اوپر آٹے میدے کا خول چڑھا ہوا پختہ جو عرب میں سب سے بہترین کھانا سمجھا جاتا ہے، اُن کے پاس بطور ہدیہ بھیج دیا، حضرت صدیقہؓ نے خادمہ کو بلایا کہ آؤ یہ کھاؤ، یہ تمہاری اس روٹی سے بہتر ہے۔

اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ بیمار تھے اور انگور کو جی چاہا، ان کے لئے ایک درہم میں ایک خوشہ انگور کا خرید کر لایا گیا، اتفاق سے ایک مسکین آ گیا اور سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ خوشہ اس کو دے دو، حاضرین میں سے ایک شخص خفیہ طور پر اس کے پیچھے گیا اور خوشہ اس مسکین سے خرید کر پھر ابن عمرؓ کو پیش کر دیا، مگر یہ سائل پھر آیا اور سوال کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے پھر اس کو دے دیا، پھر کوئی صاحب خفیہ طور پر گئے اور اس مسکین کو ایک درہم دے کر خوشہ خرید لائے، اور حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا، وہ سائل پھر آنا چاہتا تھا، لوگوں نے منع کر دیا، اور حضرت ابن عمرؓ کو یہ اطلاع ہوتی

کہ یہ وہی خوشہ ہے جو انھوں نے صدقہ میں دے دیا تھا، تو ہرگز نہ کھاتے، مگر ان کو یہ خیال ہوا کہ لانے والا بازار سے لایا ہے اس لئے استعمال فرما لیا۔

اور ابن مبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے چار سو دینار ایک تھیلی میں بھر کر تھیلی غلام کے سپرد کی کہ ابو عبیدہ بن جراحؓ کے پاس لے جاؤ کہ ہدیہ ہے قبول کر کے اپنی ضرورت میں صرف کریں، اور غلام کو ہدایت کر دی کہ ہدیہ دینے کے بعد کچھ دیر گھر میں ٹھہر جانا اور یہ دیکھنا کہ ابو عبیدہ اس رقم کو کیا کرتے ہیں، غلام نے حسب ہدایت یہ تھیلی حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں پیش کر دی اور ذرا ٹھہر گیا۔ ابو عبیدہؓ نے تھیلی لے کر کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو یعنی عمرؓ بن خطاب کو اس کا صلہ دے اور اُن پر رحمت فرمائے۔ اور اسی وقت اپنی کنیز کو کہا کہ لو یہ سات فلاں شخص کو پانچ فلاں کو دے آؤ، یہاں تک کہ پورے چار سو دینار اسی وقت تقسیم کر دیئے۔

غلام نے واپس آکر واقعہ بیان کر دیا حضرت عمرؓ بن خطاب نے اسی طرح چار سو دینار کی ایک دوسری تھیلی تیار کی ہوئی غلام کو دے کر ہدایت کی کہ معاذ بن جبلؓ کو دے آؤ، اور وہاں بھی دیکھو وہ کیا کرتے ہیں، یہ غلام لے گیا۔ انھوں نے تھیلی لے کر حضرت عمرؓ کے حق میں دُعا دی رحمہ اللہ و وصلہ" یعنی اللہ ان پر رحمت فرمائے اور ان کو صلہ دے" اور یہ بھی تھیلی لے کر فوراً تقسیم کرنے کے لئے بیٹھ گئے، اور اس کے بہت سے حصے کر کے مختلف گھروں میں بھیجتے رہے، حضرت معاذؓ کی بیوی یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھیں، آخر میں بولیں کہ ہم بھی تو بخدا مسکین ہی ہیں، ہمیں بھی کچھ ملنا چاہیئے۔ اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار رہ گئے تھے، وہ ان کو دے دیئے۔ غلام یہ دیکھنے کے بعد لوٹا اور حضرت عمرؓ سے بیان کیا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ سب بھائی بھائی ہیں، سب کا مزاج ایک ہی ہے۔

اور حذیفہ عدویؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ یرموک میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش شہداء کی لاشوں میں کرنے کے لئے نکلا، اور کچھ پانی ساتھ لیا کہ اگر ان میں کچھ جان ہوئی تو

پانی پلادوں گا، ان کے پاس پہنچا تو کچھ رمق زندگی کی باقی تھی، میں نے کہا کہ کیا آپ کو پانی پلادوں، اشارہ سے کہا کہ ہاں، مگر فوراً ہی قریب سے ایک دوسرے شہید کی آواز آہ آہ کی آئی تو میرے بھائی نے کہا کہ یہ پانی ان کو دے دو، ان کے پاس پہنچا اور پانی دینا چاہا تو تیسرے آدمی کی آواز ان کے کان میں آئی۔ اس نے بھی اس تیسرے کو دینے کے لئے کہہ دیا، اسی طرح یکے بعد دیگرے سات شہیدوں کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، جب ساتویں شہید کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑ چکے تھے، یہاں سے اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔

یہ چند واقعات ہیں جن میں کچھ مہاجرین کے، کچھ انصار کے ہیں، اکثر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آیت ایثار اسی واقعہ میں نازل ہوئی، مگر ان میں کوئی تضاد و اختلاف نہیں کیونکہ جس طرح کے واقعہ میں ایک آیت نازل ہو چکی ہے اگر اسی طرح کا کوئی دوسرا واقعہ پیش آجائے تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سبھی واقعات نزولِ آیت کا سبب یا مصداق ہیں۔

ایک شبہ کا جواب

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعاتِ ایثار جو اوپر بیان ہوتے ہیں، اُن پر ایک شبہ روایاتِ حدیث سے یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پورا مال صدقہ کر ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بیضہ کے برابر سونے کا ٹکڑا الغرض صدقہ پیش کیا، تو آپ نے اس کو اسی کی طرف پھینک کر ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ اپنا سارا مال صدقہ کرنے کو لے آتے ہیں پھر محتاج ہو کر لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں۔

جواب اس شبہ کا انہی روایات سے نکلتا ہے کہ لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، ہر حال کا حکم الگ ہے۔ پورا مال صدقہ کر ڈالنے کی ممانعت اُن لوگوں کے لئے ہے

جو بعد میں فقر و فاقہ پر صبر نہ کر سکیں۔ اپنے صدقہ کئے ہوئے پر پچھتائیں یا پھر لوگوں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں، اور وہ لوگ جن کے عزم و ہمت اور ثبات و استقلال کا یہ حال ہو کہ سب کچھ خرچ کر ڈالنے کے بعد فقر و فاقہ پر انھیں کوئی پریشانی نہ ہو بلکہ ہمت کے ساتھ اس پر صبر کر سکتے ہوں۔ اُن کے لئے سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک جہاد میں چندہ میں اپنا سارا مال پیش کر دیا تھا اسی کے نظائر یہ واقعات ہیں جو اس جگہ مذکور ہیں۔ ایسے حضرات نے اپنے اہل و عیال کو بھی اسی صبر و استقلال کا خوگر بنا رکھا تھا اس لئے اس میں ان کی بھی کوئی حق تلفی نہ تھی، اگر مال خود اہل و عیال کے قبضہ میں ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے (قرطبی باضافہ اشیاء)

حضراتِ مہاجرین کی طرف سے ایثارِ انصار کی مکافات

دنیا میں کوئی اجتماعی کام یک طرفہ رواداری و ایثار سے قائم نہیں رہتا جب تک دونوں طرف سے اسی طرح کا معاملہ نہ ہو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا اس کی ترغیب دی کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دے کر باہمی محبت بڑھایا کریں، اسی طرح جن کو ہدیہ دیا گیا ہے ان کو یہ بھی تعلیم دی کہ تم بھی ہدیہ دینے والے کے احسان کی مکافات کرو، اگر مالی وسعت اللہ تعالیٰ عطا فرما دے تو مال سے ورنہ دعا ہی سے اس کی مکافات کرو، بے حسی کے ساتھ کسی کے احسانات کا بار سر پر لیتے رہنا شرافت اور خُلق کے خلاف ہے۔

حضرات مہاجرین کے معاملہ میں حضراتِ انصار نے بڑے ایثار سے کام لیا، اپنے مکانوں، دکانوں، کاروبار، زمین اور زراعت میں ان کو شریک کر لیا، لیکن جب اللہ تعالےٰ نے ان مہاجرین کو وسعت عطا فرمائی تو انھوں نے بھی حضرات انصار کے احسانات کی مکافات میں کمی نہیں کی،

قرطبی نے بحوالہ صحیحین حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ جب مہاجرین

مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آتے تو ان کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا، اور انصار مدینہ زمین و جائیداد والے تھے، انصار نے ان حضرات کو ہر چیز نصفا نصف تقسیم کر دی، اپنے باغات کے آدھے پھل سالانہ ان کو دینے لگے، اور حضرت انسؓ کی والدہ اُم سلیمؓ نے اپنے چند درخت کھجور کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کی والدہ اُم ایمن کو عطا فرما دیئے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالکؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کے جہاد سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے (اس غزوہ میں مسلمانوں کو اموال غنیمت کافی مقدار میں ہاتھ آئے، تو سب مہاجرین نے حضرات انصار کے سب عطایا کا حساب کر کے ان کو واپس کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری والدہ کے درخت اُم ایمنؓ سے لے کر ان کو واپس کر دیئے اور اُس کی جگہ ام ایمنؓ کو اپنے باغ میں سے درخت عطا فرماتے۔

وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ حضرات انصار کے ایثار اور اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے کا ذکر کرنے کے بعد عام ضابطہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ گئے تو اللہ کے نزدیک وہ ہی فلاح و کامیابی پانے والے ہیں، لفظ شحّ اور بخل تقریباً ہم معنی ہیں، لفظ شحّ میں کچھ مبالغہ ہے کہ بہت شدید بخل کو کہا جاتا ہے، بخل و شحّ اگر حقوق واجبہ میں کیا جائے خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں، جیسے زکوٰۃ صدقۃ الفطر، عشر، قربانی وغیرہ کہ ان کی ادائیگی میں بوجہ بخل کے کوتاہی کرے یا انسانوں کے حقوق واجبہ ہوں جیسے اہل و عیال کا نفقہ یا اپنے حاجت مند والدین اور عزیزوں کا نفقہ واجبہ بجو بخل ان حقوق واجبہ کی ادائیگی سے مانع ہو وہ قطعاً حرام ہے اور جو امورِ مستحبہ اور فضائل انفاق سے مانع ہو وہ مکروہ و مذموم ہے اور جو محض رسمی چیزوں میں خرچ سے مانع ہو وہ شرعاً بخل نہیں۔

بخل وشح اور دوسروں پر حسد ایسی مذموم خصلتیں ہیں کہ قرآن وحدیث میں ان کی بڑی مذمت آئی ہے، اور جو اُن سے بچ جائے اس کے لئے بڑی بشارت ہے حضرات انصار کی جو صفات اوپر بیان ہوئی ہیں اُن میں ان کا بخل وحسد سے بری ہونا واضح ہے

کینہ اور حسد سے پاک ہونا جنّتی ہونے کی علامت ہے

ابن کثیر نے بحوالہ امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے، آپ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے، چنانچہ ایک صاحب انصار میں سے آئے، جن کی ڈاڑھی سے تازہ وضو کے قطرات ٹپک رہے تھے اور بائیں ہاتھ میں اپنے نعلین لئے ہوتے تھے، دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا، اور یہی شخص اسی حالت کے ساتھ سامنے آیا، تیسرے روز پھر یہی واقعہ پیش آیا اور یہی شخص اپنی مذکورہ حالت میں داخل ہوا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس شخص کے پیچھے لگے (تاکہ اس کے اہلِ جنت ہونے کا راز معلوم کریں) اور ان سے کہا کہ میں نے کسی جھگڑے میں قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک اپنے گھر نہ جاؤں گا، اگر آپ مناسب سمجھیں تو تین روز مجھے اپنے یہاں رہنے کی جگہ دے دیں، انھوں نے منظور فرمالیا، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ تین راتیں اُن کے ساتھ گزاریں تو دیکھا کہ رات کو تہجد کے لئے نہیں اٹھتے، البتہ جب سونے کے لئے بستر پر جاتے تو کچھ اللہ کا ذکر کرتے تھے، پھر صبح کی نماز کے لئے اٹھ جاتے تھے، البتہ اس پورے عرصہ میں، میں نے ان کی زبان سے بجز کلمہ خیر کے کوئی کلمہ نہیں سنا، جب تین راتیں گزر گئیں اور قریب تھا کہ میرے دل میں ان کے عمل کی حقارت آجائے تو میں نے ان پر اپنا راز کھول دیا کہ ہمارے گھر کوئی جھگڑا نہیں تھا، لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین روز تک یہ سنتا

رہا کہ تمہارے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے اور اس کے بعد تینوں دن آپ ہی آئے، اس لئے میں نے چاہا کہ میں آپ کے ساتھ رہ کر دیکھوں کہ آپ کا وہ کیا عمل ہے جس کے سبب یہ فضیلت آپ کو حاصل ہوئی، مگر عجیب بات ہے کہ میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا، تو وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس درجہ پر پہنچایا، انھوں نے کہا میرے پاس تو بجز اس کے کوئی عمل نہیں جو آپ نے دیکھا ہے، میں یہ سُن کر واپس آنے لگا تو مجھے بُلا کر کہا کہ ہاں ایک بات ہے کہ "میں اپنے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ اور بُرائی نہیں پاتا اور کسی پر حسد نہیں کرتا جس کو اللہ نے کوئی خیر کی چیز عطا فرمائی ہو، عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ بس یہی وہ صفت ہے جس نے آپ کو یہ بلند مقام عطا کیا ہے"۔

ابن کثیر نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ اس کو نسائی نے بھی عمل الیوم واللیلہ میں نقل کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح علیٰ شرط الشیخین ہے۔

مہاجرین و انصار کے بعد عام امت کے مسلمان

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ الآیۃ۔ اس آیت کے مفہوم میں صحابۂ کرام مہاجرین و انصار کے بعد پیدا ہونے والے قیامت تک کے مسلمان شامل ہیں، اور اس آیت نے ان سب کو مالِ فئ میں حق دار قرار دیا ہے، یہی سبب تھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے دنیا کے بڑے ممالک عراق، شام، مصر وغیرہ فتح کئے تو ان کی زمینوں کو غانمین میں تقسیم نہیں فرمایا بلکہ ان کو اگلی آنے والی نسلوں کے لئے وقفِ عام رکھا، کہ ان کی آمدنی اسلامی بیت المال میں آتی رہے، اور اس سے قیامت تک آنے والے مسلمان فائدہ اٹھا سکیں، بعض صحابہ کرام نے جو ان سے مفتوحہ زمینوں کی تقسیم کا سوال کیا تو انھوں نے اسی آیت کا حوالہ دے کر فرمایا کہ اگر میرے سامنے آئندہ آنے والی نسلوں کا معاملہ نہ ہوتا تو میں جو ملک فتح کرتا اس کی سب زمینوں کو غانمین میں تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو تقسیم فرما دیا تھا۔ اگر یہ ساری زمینیں موجودہ مسلمانوں میں تقسیم ہو گئیں تو آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا باقی رہے گا (رواہ مالک، قرطبی)

اُمّت کے حق پر ہونے کی پہچان صحابہ کرام کی محبت و عظمت ہے

اس مقام پر حق تعالیٰ نے پوری امتِ محمدیہ کے تین طبقے کئے، مہاجرین، انصار اور باقی تمام اُمت، مہاجرین و انصار کے خاص اوصاف اور فضائل بھی اسی جگہ ذکر فرمائے مگر باقی امت کے فضائل بھی اس جگہ ذکر فرماتے، مگر باقی اُمت کے فضائل و کمالات اور اوصاف میں سے صرف ایک چیز یہ بتلائی کہ وہ صحابہ کرام کی سبقتِ ایمانی اور ایمان کے ہم تک پہنچانے کا ذریعہ ہونے کو پہچانیں اور سب کے لئے دعائے مغفرت کریں اور اپنے لئے یہ دعا کریں کہ ہمارے دلوں میں کسی مسلمان سے کینہ و نفرت نہ رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے بعد والے جتنے مسلمان ہیں ان کا ایمان و اسلام قبول ہونے اور نجات پانے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ صحابہ کرام کی عظمت و محبت اپنے دلوں میں رکھتے ہوں اور ان کے لئے دُعا کرتے ہوں، جس میں یہ شرط نہیں پائی جاتی وہ مسلمان کہلانے کے قابل نہیں، اسی لئے حضرت مصعب بن سعدؓ نے فرمایا کہ امت کے تمام مسلمان تین درجوں میں ہیں جن میں سے دو درجے تو گزر چکے یعنی مہاجرین و انصار، اب صرف ایک درجہ باقی رہ گیا، یعنی وہ جو صحابہ کرام سے محبت رکھے، ان کی عظمت پہچانے۔ اب اگر تمہیں امت میں کوئی جگہ حاصل کرنی ہے تو اسی تیسرے درجہ میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت حسینؓ سے کسی نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں سوال کیا، جب کہ انکی شہادت کا واقعہ پیش آچکا تھا، تو انھوں نے سوال کرنے والے سے پوچھا کہ تم مہاجرین میں سے ہو؟ اس نے انکار کیا، پھر پوچھا کہ انصار میں سے ہو؟ اس نے اس کا بھی انکار کیا تو فرمایا بس اب تیسری آیت۔ اَلَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ کی رہ گئی۔ اگر تم عثمان غنیؓ کی شان

میں شک وشبہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس درجہ سے بھی نکل جاؤ گے۔

قرطبی نے فرمایا کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کی محبت ہم پر واجب ہے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو شخص کسی صحابی کو بُرا کہے یا اس کے متعلق بُرائی کا اعتقاد رکھے اس کا مسلمانوں کے مالِ فئے میں کوئی حصہ نہیں، پھر اسی آیت سے استدلال فرمایا، اور چونکہ مالِ فئی میں حصہ ہر مسلمان کا ہے تو جس کا اس میں حصہ نہ رہا، اس کا اسلام وایمان ہی مشکوک ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استغفار اور دعا کرنے کا حکم دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان کے آپس میں جنگ وجدال کے فتنے بھی پیدا ہوں گے (اس لئے کسی مسلمان کو مشاجراتِ صحابہ کی وجہ سے ان میں سے کسی سے بدگمان ہونا جائز نہیں)

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ یہ امت اس وقت تک ہلاک نہیں ہوگی جب تک اس کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت وملامت نہ کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ کسی صحابی کو بُرا کہتا ہے تو اس سے کہو کہ جو تم میں سے زیادہ بُرا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، یہ ظاہر ہے کہ زیادہ بُرے صحابہ تو ہو نہیں سکتے، یہی ہوگا جو اُن کی بُرائی کر رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کو بُرا کہنا سبب لعنت ہے۔

اور حضرت عوام بن حوشب نے فرمایا کہ میں نے اس امت کے پہلے لوگوں کو اس بات پر مستقیم اور مضبوط پایا ہے کہ وہ لوگوں کو یہ تلقین کرتے تھے کہ صحابہ کرام کے فضائل اور محاسن بیان کیا کرو، تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو، اور وہ مشاجرات اور اختلافات جو ان کے درمیان پیش آئے ہیں، ان کا ذکر نہ کیا کرو، جس سے ان کی جرأت

بڑھے (اور وہ بے ادب ہو جائیں) (قرطبی معارف القرآن ج ۸ ص ۷۲-۲ - ۲۸۱)

یہ چند واقعات نمونہ کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ ان صحابہ کرام کے مفصل واقعات دیکھنا چاہیں تو "حکایات صحابہ" مصنفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی اور "حیاۃ الصحابہ" مصنفہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی میں ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں کتابیں اس سلسلہ میں بہت نافع اور مفید ہیں۔

احادیث میں انصار کے فضائل

احادیث میں بھی انصار کے بڑے فضائل آتے ہیں، جن میں سے چند ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

انصار سے محبت ایمان کی علامت

انصار صحابہ کی دین اسلام کی خاطر مال و دولت عزت و آبرو اور جسم و جان کی عظیم الشان قربانیوں اور غیر معمولی ایثار کی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان سے محبت کی جائے کہ ان سے محبت درحقیقت خود دین سے محبت ہے۔

عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی الانصار لا یحبهم الا مومن ولا یبغضهم الا منافق فمن احبهم احبه اللہ ومن ابغضهم ابغضه اللہ۔

(بخاری، مسلم، ترمذی)

حضرت براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ ان سے مومن شخص ہی محبت رکھتا ہے اور ان سے بغض صرف منافق شخص ہی رکھ سکتا ہے، سو جو شخص ان سے محبت کرتا ہے، اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔

(ف) انصار سے محبت کرنے کی ترغیب بکثرت احادیث میں آئی ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے (بخاری مسلم، نسائی، عن انس بن مالک)

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ انصار سے بغض نہیں رکھتا۔ (مسلم)

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا انصار سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بات چیت کی اور پھر فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگ مجھے تمام لوگوں میں زیادہ محبوب ہو (بخاری، مسلم)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ انصاری عورتوں اور بچوں کو کسی شادی سے آتے ہوئے دیکھا، تو آپ انھیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے، اور بڑی محبت سے ارشاد فرمایا "اللہ جانتا ہے کہ تم لوگ مجھے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہو" (بخاری، مسلم عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

انصار اور ان کی اولاد کے لئے دعائے مغفرت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انصار رضی اللہ عنہم سے بے حد محبت فرماتے تھے اور اُن کے لئے دعائے مغفرت بھی کرتے تھے۔

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغفر

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ انصار کو

للانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء الانصار (بخاری، مسلم، ترمذی)	انصار کے بیٹوں کو اور انصار کے پوتوں کو بخش دیجئے۔

(ف) ترمذی کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ "اے اللہ انصار کی عورتوں کی بھی مغفرت فرما"۔ نیز مسلم میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ایک دوسری روایت میں یہ آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی اولادوں اور ان کے غلاموں کے لئے بھی دعائے مغفرت فرمائی۔

اس حدیث میں پہلے درجہ والے تو صحابہ ہوتے، دوسرے درجہ والے تابعین اور تیسرے درجہ والے تبع تابعین ہوتے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے تینوں قرنوں کے حق میں دُعا فرمائی، جو خیر القرون کا مصداق ہیں، اور یہ بھی بعید نہیں کہ بیٹوں اور پوتوں سے ان کی قیامت تک کی نسلیں مراد ہوں، جن میں بیٹوں کے ساتھ بیٹیاں بھی شامل ہوں، جیسا کہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

انصار میری جماعت ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے معاملہ میں اچھا رویہ رکھنے کا خاص طور پر حکم فرمایا ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال مر ابوبکر والعباس بمجلس من مجالس الانصار وهم يبكون فقالا ما يبكيكم قالوا ذكرنا مجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا فدخل احدهما على النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبره هذا ملك فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد عصب على راسه حاشية برد فصعد	حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کے دوران ایک دن، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ لوگ بیٹھے رو رہے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے ان سے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہمیں اپنے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک محفل یاد آگئی تھی (یہ سن کر)، ان دونوں میں سے ایک صاحب

المنبر ولم يصعد بعد ذلك اليوم فحمد الله واثنى عليه ثم قال اوصيكم بالانصار فانهم كرشي وعيبتي وقد قضوا الذي وبقي الذي لهم فاقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم (بخاری)

(یعنی یا تو حضرت ابو بکرؓ یا حضرت عباسؓ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس بات سے آگاہ کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے کہ اور دسر کو کم کرنے کے لئے چادر یا ایک کونہ بطور پٹی سر مبارک پر باندھ رکھا تھا، پھر آپ منبر پر چڑھے، اور اس دن کے بعد پھر آپ کو منبر پر چڑھنا نصیب نہیں ہوا پہلے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا کہ لوگو! میں تم کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں (کہ ان کے ساتھ رعایت و حمایت اور حسن سلوک کا رویہ اختیار کئے رہنا) کیونکہ انصار میرا معدہ اور میری گھری ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان پر جو حق تھا، اس کو انھوں نے ادا کر دیا ہے، اور جو کچھ ان کا ہے (یعنی اجر و ثواب اور سرفرازی جنت) وہ اللہ کے ہاں باقی ہے پس ان نیک لوگوں کا عذر قبول کرو اور ان کے برے لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرو،

(ف) اس حدیث میں "انصار میرا معدہ اور میری گھڑی ہیں" سے مراد یہ ہے کہ انصار میرے راز دار، میرے دلی دوست، تمام امور میں میرے محرم اسرار اور معتمد علیہ ہیں، بعض محدثین کہتے ہیں لغت میں حدیث میں مذکور لفظ "کرش" کے ایک معنی عیال، چھوٹے بچوں اور جماعت کے بھی آتے ہیں، اس صورت میں آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ انصار میری جماعت، میرے اصحاب و رفیق اور میرے لئے میرے عیال اور میرے چھوٹے بچوں کی مانند ہیں، جن پر میری شفقت و مہربانی ہے اور جن کا میں غم خوار ہوں،

"ان پر جو حق تھا" میں حق سے مراد جان و مال سے امداد و معاونت اور خیر خواہی ہے اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ انصار نے نمائندوں نے مدینہ سے مکہ پہنچ لیلۃ العقبہ میں میرے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے ہوئے جو وعدہ اور عہد کیا تھا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال

سے ہر طرح میری مدد کر بن گے، اور اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے ان سے جنت کا وعدہ کیا تھا، جیسا کہ اس موقع پر نازل ہونے والی اس آیت ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ سے واضح ہے تو آپ نے اس عہد و وعدہ کو انصار نے کما حقہ پورا کر دیا ہے۔

انصار کی دلجوئی

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی دلجوئی کا بڑا خیال کرتے تھے، چنانچہ فتح مکہ کے بعد جب غزوہ حنین و ہوازن کے موقع پر جب مال غنیمت میں سے زیادہ تر انعامات کی بارش اہل مکہ اور نو مسلم لوگوں پر ہوئی، تو انصار کے بعض کم عمر نوجوانوں کے دل میں خیال آیا کہ ہمیں زیادہ حصہ ملنا چاہیئے تھا، اور وہ آپس میں اس قسم کی چہ میگوئیاں بھی کرنے لگے، جب اس قسم کی اطلاعات آپ تک پہنچیں تو آپ نے انصار کو طلب فرمایا، ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا، جس میں لوگ جمع ہوئے، آپ نے انصار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے سر برآوردہ اور بڑے لوگوں میں سے کسی نے بھی ایسی بات نہیں کی ہے، البتہ بعض نوخیز قسم کے نوجوانوں نے ایسے فقرے کہے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس کی نظیر فن بلاغت میں نہیں مل سکتی آپ نے انصار کی طرف خطاب فرما کر کہا "کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے، اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تم کو ہدایت دی، تم منتشر اور پراگندہ تھے، اللہ نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا، تم مفلس تھے، اللہ نے میرے ذریعہ سے تم کو دولت مند کیا"۔

آپ یہ فرماتے جاتے تھے اور ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے کہ "خدا اور رسول کا احسان سب سے بڑھ کر ہے"۔

آپؐ نے فرمایا نہیں تم یہ جواب دو کہ "اے محمدؐ! تجھ کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تیری تصدیق کی، تجھ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی، تو مفلس آیا تھا، ہم نے

ہر طرح کی مدد کی" یہ کہہ کر آپ نے فرمایا کہ "تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو، لیکن اے انصار کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم محمدؐ کو لے کر اپنے گھر آؤ"

انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ "ہم کو صرف محمدؐ درکار ہیں" اکثروں کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہو گئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے ہیں، میں نے ان کو جو کچھ دیا ہے، حق کی بناء پر نہیں بلکہ تالیف قلب کے لئے دیا ہے (بخاری عن انس)

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اگر ہجرت نہ ہوتی، تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا۔ اگر انصار ایک وادی میں چلیں اور دوسرے لوگ دوسری وادی میں چلیں تو میں اس وادی میں چلوں گا جو انصار کا راستہ ہے، انصار تو شعار کی مانند ہیں اور دوسرے لوگ وثار کی مانند (بخاری عن ابوہریرہؓ)"

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مہاجرین اور انصار کے ان الگ الگ فضائل کا یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں جماعتوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ اور معاملہ جدا جدا تھا، بلکہ یہ سب پروانہ وار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی تھے اور آپ بھی ان سے یکساں محبت فرمایا کرتے تھے، چنانچہ غزوۂ خندق کے موقع پر جب شدید سردی کی راتیں تھیں، مسلمان تین تین دن کے فاقے سے تھے، مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد لاد کر پھینک رہے تھے، اس وقت سب جوشِ محبت میں یک آواز ہو کر کہہ رہے تھے،

نحن الذین بایعوا محمدا	علی الجهاد ما بقینا ابدا
ولا تصدقنا ولا صلینا	واللہ لولا اللہ ما اهتدینا
فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا

اذا ارادوا فتنة ابینا ان الاولی قد بغوا علینا

(ترجمہ) ہم وہ ہیں جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سے تاحیات جہاد پر بیعت کی ہے۔

بخدا اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ صدقے دیتے نہ نماز پڑھتے، اے اللہ! تو ہم پر سکینت عطا فرما اور جب ہمارا دشمن سے سامنا ہو، تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

ان کافروں نے ہم پر چڑھائی کی ہے، اور جب انہوں نے فتنہ پردازی کا ارادہ کیا تو ہم سینہ سپر ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب ماجرا دیکھ رہے تھے، آپ بھی کمال مسرت سے ان کے لئے یہ دعائیہ شعر پڑھتے۔

اللھم لا عیش الا عیش الآخرہ فاغفر الانصار والمھاجرۃ

(ترجمہ) اے اللہ! کوئی زندگی آخرت کی زندگی سے بڑھ کر نہیں، تو بھی انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بعض دوسری جماعتوں کے بھی بڑے بڑے فضائل آئے ہیں، اگرچہ کہ یہ جماعتیں بھی درحقیقت مہاجرین اور انصار کے افراد پر ہی مشتمل ہیں مگر پھر بھی انھیں کچھ خاص اہمیت حاصل ہے۔

اصحاب بدر کی فضیلت

تاریخ اسلام کی پہلی فیصلہ کن جنگ غزوۂ بدر ہے جس میں مسلمانوں نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں کافروں کے اپنے سے کئی گنا زیادہ بڑے لشکر کو بدترین شکست سے ہم کنار کیا اور اس غزوہ نے مسلمانوں کی دھاک ساری ہی دنیا میں بٹھا دی، اس غزوہ میں شریک تمام صحابہ کو جو کہ تین سو تیرہ تھے، اللہ رب العزت نے ہمیشہ کی رضامندی اور مغفرت کا پروانہ عطا فرما دیا۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطلع اللہ علی اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو اپنی خصوصی نظر کرم اور مغفرت سے نواز رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم سب کی مغفرت کردی ہے۔

(ف) بدر میں شرکت اتنی فضیلت کی چیز ہے کہ انسان تو انسان جن فرشتوں نے اس غزوہ میں شرکت کی ہے، وہ بھی اس پر ناز کرتے تھے، حضرت رفاعہ بن رافعؓ جو کہ خود بھی اہل بدر میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ اور آپ سے پوچھا کہ آپ مسلمانوں میں اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انھیں مسلمانوں میں سب سے افضل سمجھتے ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اسی طرح ہم بھی انہی فرشتوں کو تمام فرشتوں میں افضل سمجھتے ہیں جنھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہے۔

اہل بدر کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہوگئے تھے، اس کا اندازہ حضرت حاطب بن ملبتعہ کے واقعہ سے بھی ہوتا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غلطی کو معاف کرنے کی وجہ یہی بتائی تھی کہ وہ اہل بدر میں سے ہیں اور تمام اہل بدر کی اللہ رب العزت مغفرت فرما چکے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "مجھے امید ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص جس نے غزوۂ بدر یا حدیبیہ میں شرکت کی ہے، انشاء اللہ جہنم میں نہیں جاتے گا (مسلم عن حفصۃ)

اصحاب حدیبیہ کی فضیلت

اصحاب بدر کے بعد دوسری بڑی فضیلت ان حضرات صحابہ کرام کو حاصل ہے جنہوں نے صلح حدیبیہ کے

موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر موت تک جہاد کی بیعت فرمائی، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح ۱۸)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان مومنین سے جو درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے معلوم کر لیا جو کچھ ان کے دل میں تھا، پھر ان پر اطمینان نازل کیا اور جلد ہی فتح کا انھیں انعام دیا۔

(ف) بیعت حدیبیہ جس کو قرآنی بشارت کی وجہ سے بیعت رضوان اور بیعت شجرہ بھی کہا جاتا ہے، اس میں جو تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ شریک تھے، ان کے بارے میں کھلے الفاظ میں خدا کی رضا کا اعلان فرمایا گیا ہے۔

احادیث میں واضح الفاظ میں آتا ہے کہ لا یدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی عن جابر بن عبداللہ) یعنی جہنم میں ایسا ایک شخص بھی نہیں جائے گا، جس نے درخت کے نیچے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سفر کے دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ثنیۃ المراد پر چڑھے گا، اس کے گناہ اسی طرح معاف کر دیتے جائیں گے، جیسے بنی اسرائیل کے گناہ معاف کر دیتے گئے تھے، تو سب سے پہلے جو لوگ اس پر چڑھے وہ ہمارے یعنی قبیلہ خزرج کے گھڑسوار تھے، اس کے بعد آگے پیچھے سب لوگ چڑھے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب کی مغفرت کر دی گئی ہے، سوائے سرخ اونٹ والے کے (مسلم)

سرخ اونٹ والے سے مراد حدیث میں عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین ہے جو اس موقع پر موجود تھا کہ اس بدبخت کی مغفرت نہیں ہوئی۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیعت رضوان کے دن ہم صحابہ کرام چودہ سو تھے۔ اور ہمارے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" آج کے دن تمام زمین والوں میں تم سب سے بہتر لوگ ہو"۔

(بخاری، مسلم)

قرآن کریم کی اس مذکورہ آیت میں اصحاب حدیبیہ کو رضا کا پروانہ دیا گیا ہے، قاضی ابو یعلیٰؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

والرضی من اللہ صفۃ قدیمۃ فلا یرضی الا من. عبد یعلم انہ یوفیہ علی موجبات الرضی ومن رضی اللہ لم یسخط علیہ ابداً۔

(الصارم المسلول لابن تیمیہ)

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی باری تعالیٰ کی ایک صفت قدیمہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ صرف اس بندے سے راضی ہوتا ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ رضامندی کے موجبات کا جامع ہے اور جس سے اللہ راضی ہو جاتے اس سے کبھی ناراض نہیں ہوگا۔

صحابہ جہنم سے دور رہیں گے

سورۂ حدید میں صحابہ کرام کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۔ (الحدید: ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک سے حسنیٰ کا وعدہ کر لیا ہے

(ف) آیت میں "حسنیٰ" سے کیا مراد ہے، اس کی تشریح خود قرآن کریم ہی میں ایک دوسری جگہ یوں آئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۔

بلاشبہ جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے حسنیٰ مقدر کر دی گئی ہے وہ اس جہنم سے دور کر دیتے جائیں گے۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام صحابہ کو جہنم سے دور رکھنے کا وعدہ فرما لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ صحابہ کو رسوا نہیں کرے گا

اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ایمان اور قربانیوں کے صلہ میں جہاں دنیا کی عظیم الشان سلطنتیں عطا فرمائیں، وہیں آخرت میں بھی سرفرازی اور کامرانی کا وعدہ فرمایا اور صاف صاف اعلان فرمایا

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ (التحریم۔ ۸)

اس دن اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔

صحابہ کرامؓ کے اخلاق وعادات

قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے حضرات صحابہ کرام کے اخلاق وعادات پر روشنی ڈالی ہے، ان کی دین کے لئے قربانیوں، ان کے سچے ایمانوں اور ان کے آپس میں بھائی چارگی کے تعلقات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے، جن میں سے چند آیات پہلے گزر چکی ہیں اور بعض اب آگے ذکر کی جاتی ہیں۔

صحابہ کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی گئی

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے دلوں میں ایمان پکے طور پر راسخ فرما دیا اور فواحش و منکرات سے ان کے دلوں میں نفرت ڈال دی۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ۔ (الحجرات۔ ۷)

لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور تمہارے دل میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی نفرت ڈال دی۔

(ف) یہ ایمان کی محبت ہی تھی کہ حضرت بلال حبشیؓ تپتی ریت پر گھسیٹے جاتے سینے پر بھاری پتھر رکھے جاتے، مگر احد احد ہی کہتے رہتے، حضرت خباب بن ارت انگاروں پر لٹائے جاتے، بدن کی چربی پگھل پگھل کر آگ میں شامل ہوتی جاتی مگر ایمان ترک کرنا پسند نہیں کیا، حضرت سمیہؓ جان سے چلی گئیں، مگر کفر اختیار نہیں کیا، یہ ایک دو واقعات نہیں، تمام ہی صحابہ کی پوری زندگی اس کی شاہد ہے کہ جب ایک مرتبہ اسلام قبول کر لیا تو پھر کفر سے شدید نفرت ہوگئی اور دوبارہ شرک کی زندگی کی طرف لوٹنا گوارا نہیں ہوا، یہی وہ چیز ہے جو خود اسلام کی سچائی کی بھی عظیم دلیل ہے۔ قیصر روم نے ابوسفیان سے جو سوالات پوچھے تھے، ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا، اس شخص (مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں، (یعنی کیا ایسے لوگ بھی ہیں، جو ایک مرتبہ ایمان لاکر دوبارہ شرک کی طرف لوٹ جاتے ہوں) ابوسفیان نے جواب دیا نہیں ایسا نہیں، اس کے پیروکار بڑھتے ہی جا رہے ہیں (اور جو ایک مرتبہ اسلام قبول کر لیتا ہے، واپس کفر کی طرف نہیں لوٹتا) قیصر روم نے کہا سچا مذہب ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ مسلسل بڑھتا ہی رہتا ہے (ایک مرتبہ جو شخص اسے قبول کر لے وہ پھر واپس نہیں لوٹتا)

صحابہ کے دلوں میں گناہوں سے نفرت ڈال دی گئی

اور یہ گناہ اور نافرمانی کی نفرت ہی تھی کہ جب کسی چیز کے گناہ، ناجائز اور حرام ہونے کا علم ہوتا اسے فوراً ترک کر دیتے اور پھر بڑی سے بڑی ترغیب بھی انھیں دوبارہ جاہلیت کی زندگی کی طرف لوٹنے پر آمادہ نہ کر سکتی۔ برس ہا برس کے عادی شرابیوں کو بھی جب شراب کی حرمت کا پتہ چلا تو ہونٹوں تک پہنچے ہوئے جام فوراً زمین پر پھینک دیئے اور دوبارہ کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگایا، گھروں سے باہر آزاد پھرنے والی عورتوں کو جب پردہ کے احکامات ملے تو فوراً بلا تاخیر اسی وقت سے

اپنی اپنی گھریلو چادروں کو برقع کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ پھر ان کی جھلک کسی نے نہیں دیکھی۔

صحابہ کو تقویٰ پر جما دیا گیا

تقویٰ ہر نیکی کی بنیاد ہے کہ اگر یہ صفت انسان میں پیدا ہو جاتے تو گناہوں سے بچنا آسان اور ان کو کرنا دشوار ہو جاتے اور نیکی کرنا انسان کی طبیعت میں راسخ ہو جاتے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (الحجرات ۳)	یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

(ف) اسی صفتِ تقویٰ کے صحابہ میں رسوخ کے بارے میں قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا۔ (الفتح۔ ۲۶)	پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر اپنی طرف سے اطمینان نازل فرمایا اور ان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا۔

اس آیت میں صحابہ کرام اور تقویٰ کو لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے، تقویٰ کو ان کے ساتھ چسپاں کر دینے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جہاں جائیں تقویٰ ان کے ساتھ رہے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ تقویٰ کی صفت کے ساتھ موصوف رہیں گے، اس کے بقول خدائے عز وجل اس مقام عالی کے سبب سے زیادہ مستحق اور اہل دنیا اور آخرت میں یہی لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دامن سے تقویٰ الگ نہ ہونے کی شہادت دی ہے۔

صحابہ نے دین کے لئے قربانیاں کیں

قرآن اس بات کا گواہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے دین کے لئے بڑی سے

بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا، اور جو کچھ ان سے بن پڑا کر دکھایا، اپنے گھر بار کو چھوڑا، اپنے مال و دولت کو چھوڑا، اعزا، اقربا، اور بیوی بچوں کو چھوڑا، آنے والے مہاجروں کے لئے اپنے دلوں کو کھول دیا، خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلایا، خود تنگی اختیار کر کے دوسروں کو آرام پہنچایا، جان کی بازی لگا کر غزوات میں شرکت کی، اپنا خون دے دے کر اسلام کی آبیاری کی، یہی وہ سب چیزیں ہیں جن کی بناء پر اللہ رب العزت نے اعلان فرما دیا کہ یہی لوگ اصل ایمان والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ (الانفال ۔۷۴)

وہ لوگ جو مسلمان ہوئے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مسلمان ہیں، ان کے لئے مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔

(ف) مہاجرین اور انصار کی قربانیوں کو جس طرح اس آیت میں سراہا گیا ہے اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (التوبہ ۸۸، ۸۹)

لیکن رسول اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہیں انھوں نے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ کو رہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

صحابہ نے اپنا عہد سچ کر دکھایا

صحابہ کرام نے دین کے لئے جن قربانیوں کے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اسے پورا کر دیا۔ قرآن کریم گواہ ہے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔

(الاحزاب ، ۲۳)

ان مومنین (صحابہ کرام) میں ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا، اس میں سچے اترے پھر ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی شہید ہو چکے اور بعض ان میں اس کے منتظر ہیں، (ابھی شہید نہیں ہوئے) اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں کیا۔

صحابہ نے اللہ کے لئے اپنے اعزہ و اقربا کو چھوڑ دیا

ایمان قبول کرنے کے بعد انسان ایک نئی برادری میں داخل ہو جاتا ہے، اس کے پرانے رشتے ناطے ختم ہو جاتے ہیں، اب اس کا تعلق اپنے مسلمان بھائیوں ہی سے ہوتا ہے۔ اور وہ دوسرے لوگ جو خواہ اس کے خونی بھائی ہوں، اجنبی بن جاتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام اس معاملہ میں سب سے بڑھ کر تھے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ

جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے خلاف ہیں خواہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان (کے دلوں) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور ان کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی

اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (المجادلہ، ۲۲)

جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

(ف) یہ آیت صحابہ کرام میں صفت حب فی اللہ اور بغض فی اللہ پر روشنی ڈالتی ہے، جس پر کچھ بحث پیچھے گزر چکی ہے، نیز یہی وہ صفت ہے جس کی وجہ سے عبداللہ بن اُبی کے بیٹے عبداللہ کے سامنے اس کے منافق باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمہ بولا تو انھوں نے آنحضرتؐ سے اجازت طلب کی کہ میں اپنے باپ کو قتل کردوں، آپ نے منع فرمادیا، حضرت ابو بکرؓ کے سامنے ان کے باپ ابو قحافہ نے حضورؐ کی شان میں کچھ کلمہ گستاخانہ کہہ دیا تو ارحم امت صدیق اکبر کو اتنا غصہ آیا کہ زور سے طمانچہ رسید کیا، جس سے ابو قحافہ گر پڑے، آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے والد جراح غزوۂ اُحد میں کفار کے ساتھ مقابلہ کے لئے آئے تو میدان جہاد میں وہ بار بار حضرت ابو عبیدہ کے سامنے آتے، وہ ان کے درپے تھے، یہ سامنے سے ٹل جاتے، جب انھوں نے مسلسل یہ صورت اختیار کی، تو حضرت ابو عبیدہ نے ان کو قتل کردیا۔ یہ اور اس قسم کے کئی واقعات سیرت کی کتابوں میں آتے ہیں۔

صحابہ نے اللہ کے لئے محبتیں کیں

اسلام کی وجہ سے اگر ایک طرف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اعزہ اور اقرباء کو چھوڑا تو دوسری طرف اسی اسلام کی وجہ سے بالکل اجنبی لوگوں کو بلکہ بسا اوقات سخت جانی دشمنوں کو اپنا دوست اور محبوب بنالیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا

بے شک جو لوگ ایمان لاتے اور انھوں نے

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ۔
(الانفال۔ ۷۲)

ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) رہنے کی جگہ دی اور (ان کی) مدد کی، یہ لوگ ایک دوسرے کے رفیق ہیں،

(ف) دین کی نسبت سے یہ نئے تعلقات یہ نئی الفتیں اللہ کا بڑا انعام ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔
(آل عمران؛ ۱۰۳)

اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی اور (اب تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے ہو،

اس اخوت اور بھائی چارگی کے نتائج جب دنیا کے سامنے آتے تو سب حیران رہ گئے۔ انسانی تاریخ ایسی محبت، ایثار اور قربانی کی نظیریں پیش کرنے سے قاصر ہے جو ان صحابہ کرام نے ایک دوسرے کے لئے کیں۔ جن میں سے کچھ کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

صحابہ کو اللہ کی یاد سے کوئی چیز غافل نہیں کرتی تھی

صحابہ کرام ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے تھے، تجارت و معاش اور بیوی بچے ان کو خدا سے غافل کرنے کا سبب نہیں بنتے تھے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۔ (النور۔ ۳۷)

وہ ایسے لوگ ہیں جو لین دین اور خرید و فروخت کرنے میں اللہ کی یاد نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں ہوتے اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن آنکھیں اور دل پھر جائیں گے،

(ف) صحابہ کرام اپنی تجارت و معاش کو اللہ کے احکامات پر غالب نہیں ہونے دیتے تھے، اور نہ ہی دنیا کی زیب وزینت کو اپنے اوپر اس درجہ چھانے دیتے تھے کہ یادالٰہی سے ہی غافل ہو جائیں۔ اس قسم کے بیسیوں واقعات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آتے ہیں۔

مثلاً عہد رسالت میں دو صحابی تھے، ایک تجارت کرتے تھے اور دوسرے لوہار تھے، پہلے صحابی کا حال یہ تھا کہ اگر سودا تولنے کے وقت اذان کی آواز کان میں پڑ جاتی تو وہیں ترازو پٹک کر نماز کے لئے چلے جاتے تھے۔ اور دوسرے بزرگ کا یہ عالم تھا کہ اگر گرم لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگا رہے ہیں اور کان میں اذان کی آواز آگئی تو اگر ہتھوڑا مونڈھے پر اٹھاتے ہوتے ہیں تو وہیں مونڈھے کے پیچھے ہتھوڑے کو ڈال کر نماز کے لئے چل دیتے تھے۔ اٹھاتے ہوئے ہتھوڑے کی ضرب سے کام لینا بھی انھیں گوارا نہ تھا۔

ان دو واقعات کے علاوہ سینکڑوں واقعات درج کئے جا سکتے ہیں، مگر یہ اس کتاب کا موضوع نہیں۔ تفصیل کے خواہش مندوں کو چاہیئے کہ وہ "حیات الصحابہ" حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور "حکایات الصحابہ" شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ العزیز ملاحظہ فرمائیں۔

حضورؐ کو صحابہ کے ساتھ رہنے کا حکم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثرت سے ذکر اللہ کیا کرتے تھے۔ اور تلاوت اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا کریں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو، اور ان میں جماؤ اور استقامت پیدا ہو، ایسا کرنا انہی کے لئے نہیں، خود آپ کے لئے بھی مفید ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ — اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔

(الکہف: ۲۸)

جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں، اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا کام حد پر نہ رہنا ہے

(ف) اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام صبح و شام اور ہر حال میں اللہ کو یاد رکھتے اور اس کا ذکر کرتے تھے، اور ان کا یہ کام خالصتہً اللہ کی رضاجوئی کیلئے تھا، اور چونکہ یہ چیز اللہ کی مدد اور نصرت کو کھینچتی ہے، اس لئے اللہ کی مدد بھی ایسے لوگوں کے پاس ہی آیا کرتی ہے، تو آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ آپ بھی ان لوگوں کی طرف ہی توجہ رکھا کریں، انشاء اللہ یہی لوگ اللہ کی مدد کو کھینچ لیں گے، دین کی سربلندی کے لئے دنیاداروں اور مال داروں کی طرف آپ اپنی نظریں نہ اٹھائیں، رحمت الٰہی کا محبط وہ لوگ نہیں، یہ لوگ ہیں۔

صحابہ کا حضور کے ساتھ عبادات میں انہماک

قرآن کریم گواہی دیتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور فرمانبرداری کا حق ادا کر دیا، جہاد میں جان دینے کا معاملہ ہو یا راتوں کو جاگ کر عبادات کرنے کا، صحابہ ہر قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ

بے شک آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعض آدمی کبھی

وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ۔ (المزمل: ۲۰)

دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات (نماز میں) کھڑے رہتے ہیں

(ف) اس آیت میں نماز تہجد کا بیان ہے جس میں حضرات صحابہ کرام بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام اللیل فرمایا کرتے تھے، ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ۝ الَّذِيْ يَرَاكَ حِيْنَ تَقُوْمُ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۔ (الشعراء: ۲۱۷ تا ۲۱۹)

اور خدائے رحیم پر توکل کیجئے جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ (نماز کے لئے) کھڑے ہوتے ہیں (اور نماز شروع کرنے کے بعد) نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

اس آیت میں حضرات صحابہ کرام کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کا ذکر نہایت محمود انداز میں کیا گیا ہے۔ گویا مطلب یہ ہے، دین کے راستہ میں آنے والی مشکلات سے نہ گھبرایئے، اللہ تعالے سب حالات سے واقف ہے، چنانچہ اسی اللہ پر بھروسہ کیجئے، جس کے لئے آپ اور صحابہ کرام کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اللہ کو آپ لوگوں کی یہ ادا بہت پسند ہے، وہ وقت آنے پر سب مشکلات دُور کر دے گا۔

صحابہ کرام اللہ کی طرف بلانے والے

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے گئے تھے۔ ظاہری اعمال اور حُلیہ ہی میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتے تھے بلکہ انھوں نے اپنی فکر بھی وہی بنالی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر تھی۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ

آپ کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں سمجھ بوجھ کر اور وہ لوگ بھی جو

اتَّبَعَنِیْ (یوسف ۱۰۸) میرے ساتھ ہیں۔

(ف) یہاں "من اتبعنی" میں صحابہ کرام سب کے سب شامل ہیں۔ گویا ان سب کا مشن وہی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

دوسرے بھی کئی ایک مقامات پر کفار کو دعوت دیتے وقت صحابہ کرام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مربوط بتایا گیا ہے، اور ان کا ذکر ایک ساتھ اس طرح کیا گیا ہے جیسے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہوں، ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ۔ (آل عمران ۲۰)

(یہ مشرکین اور منکرین اہل کتاب) اگر پھر بھی آپ سے جھگڑیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنا رُخ خاص اللہ کی طرف کر چکا ہوں اور وہ لوگ بھی جو میرے ساتھ ہیں۔

ایک اور دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ (الملک ۲۸)

آپ (ان مشرکین و کفار سے) کہہ دیجئے، تم یہ تبلاؤ کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو (تمہاری تمنا کے موافق) ہلاک کر دے یا ہماری امید اور اپنے وعدے کے مطابق ہم پر رحمت فرمائے تو (دونوں حالتوں میں) کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ۔ (ہود ۱۱۲)

(آپ کفار اور مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے اور) آپ کو جیسا حکم ہوا ہے ویسے ہی سیدھے راستے پر چلتے رہیئے اور وہ لوگ بھی جو (کفر سے) توبہ کر کے آپ کے ساتھ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے اشاعت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنا مقصد حیات بنا رکھا تھا، چنانچہ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔
(آل عمران، ۱۱۰)

تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں (کے نفع و ہدایت) کے لئے بھیجی گئی ہے، تم لوگوں کو نیک کاموں کو بتلاتے اور بُری باتوں سے روکتے ہو، اور (خود بھی) اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔
(البقرۃ: ۱۴۳)

اور (اے متبعان محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دیا ہے، جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں (دین کے) گواہ بنو۔

ان دونوں آیتوں کے اصل مخاطب اور پہلے مصداق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ باقی اُمت بھی اپنے اپنے عمل کے مطابق اس میں داخل ہو سکتی ہے لیکن صحابہ کرام کا ان دونوں آیتوں کا صحیح مصداق ہونا باتفاق مفسرین و محدثین ثابت ہے۔

ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انسانوں سے افضل و اعلیٰ اور عدل و ثقہ ہونا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ ذکرہ ابن عبد البر فی مقدمۃ الاستیعاب اور علامہ سفارینی نے شرح عقیدۃ الدرۃ المضیئۃ میں اس کو جمہور اُمت کا مسلک قرار دیا ہے کہ انبیاء کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ افضل الخلائق ہیں۔

صحابہ کرامؓ معیارِ حق ہیں

قرآن کریمؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جو دین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا تھا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو پوری پوری طرح اپنی زندگیوں میں اتار لیا تھا

اور وہ ایمان قبول کرنے کے بعد ٹھیک ٹھیک اسی معیار پر پہنچ گئے تھے۔ جس معیار پر پہنچانا خود بعثت نبوی کا مقصد تھا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ایمان کو دوسرے تمام انسانوں کے لئے مثالی اور معیاری ایمان قرار دیا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے ہیں کیا ہم اسی طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں، یاد رکھو وہی بے وقوف ہیں لیکن جانتے نہیں۔

(البقرۃ: ۱۳)

(ف) اس آیت میں منافقین کے سامنے صحیح ایمان کا ایک معیار رکھا گیا ہے یعنی اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ یعنی ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے اور لوگ۔ اس لفظ ناس سے مراد باتفاق مفسرین صحابہ کرام ہیں۔ کیونکہ وہی حضرات ہیں جو نزول قرآن کے وقت ایمان لائے تھے، کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہی ایمان معتبر ہے جو صحابہ کرام کے ایمان کی طرح ہو، جن چیزوں میں جس کیفیت کے ساتھ ان کا ایمان ہے، اسی طرح کا ایمان دوسروں کا ہوگا تو ایمان کہا جائے گا، ورنہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا ایمان ایک کسوٹی ہے، جس پر باقی امت کے ایمان کو پرکھا جائے گا، جو اس کسوٹی پر صحیح نہ ہو اس کو شرعاً ایمان اور ایسا کرنے والے کو مومن نہ کہا جائے گا۔ اس کے خلاف کوئی عقیدہ اور عمل خواہ ظاہر میں کتنا ہی اچھا نظر آئے اور کتنی ہی نیک نیتی سے کیا جائے اللہ کے نزدیک ایمان معتبر نہیں۔ ان لوگوں نے صحابہ کرام کو سفہاء یعنی بے وقوف کہا اور یہی ہر زمانے میں گمراہوں کا طریقہ رہا ہے کہ جو ان کو صحیح راہ بتلائے، اس کو بیوقوف جاہل قرار دیتے ہیں مگر قرآن کریم نے بتلا دیا کہ در حقیقت وہ خود ہی بے وقوف ہیں کہ ایسی کھلی نشانیوں پر ایمان نہیں رکھتے (معارف القرآن ج ۱ ص ۷۰)

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ (البقرہ ۱۳۷)

سو اگر وہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح سے تم اصحابہ کرام ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہ حق پر لگ جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ ہمیشہ سے برسر مخالفت میں ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا (النساء ۱۱۵)

اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف تو ہم اس کو حوالہ کر دیں گے وہی راہ جو اس نے اختیار کی اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

ف: اس آیت میں مومنین کے اول مصداق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ اس جگہ فضائل صحابہ کی نسبت آیات کا استیعاب پیش نظر نہیں اس کا مقام اور جگہ ہے ثابت کرنے کے لئے تو ایک دو آیتیں بھی کافی ہیں جن سے ان کا مقبول عند اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی ہونا اور ابدی نعمتوں سے سرفراز ہونا ثابت ہے۔

صحابہ پر تنقید یا تنقیص

صحابہ کرام کے بارے میں کلام کرتے وقت احتیاط کا حکم بے شمار احادیث میں آیا ہے۔ ان سب احادیث کا احصاء اور انھیں یہاں ذکر کرنا اس بے بضاعت اور بے علم کے لئے ناممکن ہے، نمونہ کے طور پر محض چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں، تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے بارے میں کیا کچھ ارشاد فرمایا ہے، نیز یہ احادیث اس لئے بھی ذکر کی جا رہی ہیں، تاکہ وہ حضرات جو صحابہ کرام پر آزادانہ تنقید کیا کرتے ہیں، اور ان کو برا بھلا کہتے ہوئے نہیں چوکتے، ان پاک ارشادات کی روشنی میں اپنے اپنے اعمال کا خود جائزہ لے لیں۔ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ۔

صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

برا بھلا کہنا یا بدظنی رکھنا کسی عام مسلمان کے لئے بھی جائز نہیں کہ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، چہ جائیکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ جن میں سے ہر ایک کے جنتی ہونے اور ہر ایک سے اللہ کے راضی ہونے کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقائد میں شامل ہے، اسی لئے احادیث میں صحابہ کرام کے معاملہ میں خاص طور پر احتیاط کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ انہیں برا بھلا کہنا، ان سے بدظنی رکھنا یا ان کے بارے میں دل میں بدرجہ ادنیٰ بھی گرانی ہونا ایمان کے لئے سخت مہلک ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

علیہ وسلم لا تسبّوا اصحابی فان احدکم لو انفق مثل اُحدٍ ذھبا ما بلغ مُدّ احدھم ولا نصیفہ۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ کسی صحابی کے ایک مُد یا آدھے مُد خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

(ف) مُد عرب کا ایک پیمانہ ہے، جو وزن کے لحاظ سے ہمارے ہاں رائج ایک سیر کے برابر ہوتا ہے۔

اس حدیث نے واضح طور پر بتلا دیا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وصحبت وہ نعمت عظیمہ ہے، جس کی برکت سے کسی بھی صحابی کا عمل دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں وہ نسبت رکھتا ہے کہ ان کا ایک سیر، بلکہ آدھا سیر دوسروں کے پہاڑ برابر وزن سے بڑھا ہوتا ہے۔ اسی لئے کسی بھی صحابی کے عمل کو دوسرے لوگوں کے اعمال پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میرے صحابہ کو میری خاطر چھوڑ دو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر ڈالو، تب بھی تم ان کی نیکیوں کے برابر نہیں پہنچ سکتے۔" (مسند احمد)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا، "تمہارے بعد آنے والی کوئی قوم بھی تمہارے صاع اور مد خرچ کرنے کے برابر ثواب کو نہیں پہنچ سکے گی (ابن ماجہ، مستدرک)

ایک اور حدیث کو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے مرسلاً نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تمہیں میرے صحابہ سے کیا واسطہ، میرے صحابہ کو میری خاطر چھوڑ دو، میرے صحابہ کو میری خاطر چھوڑ دو۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اگر تم

میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر ڈالے تو ان میں سے کسی ایک کے بھی ایک دن کے عمل کے برابر نہیں پہنچ سکتے۔" (ابن عساکر)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "میرے صحابہ کو برا مت کہو، میرے صحابہ کو چھوڑ دو، بلاشبہ اگر تم میں سے کوئی شخص روزانہ اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے، تب بھی وہ ان کے ایک مد اور آدھے مد خرچ کرنے کے برابر نہ ہوگا (کنز العمال)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "اے لوگو! تم میرے صحابہ کے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں، یا میری بیٹیاں ان کے نکاح میں ہیں، میری رعایت کیا کرو، ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت کے دن کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا۔

(خطیب، ابن عساکر عن سہل بن مالک)

ایک حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، میں اپنے صحابہ کے بارے میں، جنھوں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، بدکلامی سے روکتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہے اور اس نے اپنی کتاب میں بھی ان کی تعریف فرمائی ہے، تم بھی میرے صحابہ کے معاملہ میں میرا لحاظ رکھا کرو، اس لئے کہ وہی میری اکثر توجہات کا مرکز ہیں، چنانچہ لوگوں نے جب مجھے دھتکارا تو انہوں نے مجھے چمٹایا، لوگوں نے جب میری تکذیب کی تو انھوں نے میری تصدیق کی، اور لوگوں نے جب مجھ سے قتال کیا تو انھوں نے میری مدد کی، پھر خاص طور انصار کا تو بڑا ہی خیال رکھو، اللہ تعالےٰ ان کو میری طرف سے خوب ہی جزا عطا فرمائے کہ وہ بڑے ہی سچے عہد والے ہیں۔

(کنز العمال)

حضرت ابن عمرؓ اور براء بن عازبؓ کا قول

صحابہ کرام کا نیکیوں میں یہ اخلاص اور احسان ہی ہے جس کی بنا پر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے صحابہ میں سے کسی ایک کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھڑی بھر رہنا دوسروں کی تمام عمر کی نیکیوں سے افضل ہے (ابن عساکر)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا نہ کہو، ان میں سے کسی ایک کا گھڑی بھر سولینا بھی تمہاری عمر بھر کی نیکیوں سے بہتر ہے (مرقاۃ)

یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ "میری امت میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو میرے صحابہ کے معاملہ میں (بدکلامی اور زبان درازی کی) جسارت کرتے ہیں" (مرقاۃ)

نیز حضرت انسؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ "جس شخص نے میرے صحابہ کے بارے میں اچھی بات کہی وہ نفاق سے بری ہے اور جس نے ان کے بارے میں بدکلامی کی اس نے میرے طریقہ کو چھوڑ ڈالا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بڑی ہی بری جگہ ہے (کنز العمال)

صحابہ کرام کے معاملہ میں حضورؐ کی نسبت کا لحاظ رکھا جائے

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی نسبت حاصل ہے اس لئے ان کے بارے میں کسی بھی غلط رویہ کی زد براہِ راست سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی ہے۔ اسی لئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ گزشتہ احادیث میں بھی جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

کو بُرا بھلا کہنے سے منع کیا ہے، وہاں اکثر یہ فرمایا ہے کہ انھیں "میری خاطر" "میرے لئے" اپنی بدکلامیوں سے محفوظ رکھو۔

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفظونی فی اصحابی فمن حفظنی فی اصحابی رافقنی علی حوضی ومن لم یحفظنی فیہم لم یرد حوضی ولم یرنی الا من بعید۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے معاملہ میں میرا لحاظ اور میری حفاظت رکھو، سو جو کوئی بھی ایسا کرے گا وہ حوض کوثر پر میرے ساتھ ہوگا اور جو ایسا نہ کرے گا وہ حوض کوثر سے محروم رہے گا اور مجھے بھی محض دور ہی سے دیکھ سکے گا۔

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی صحابہ کرام کے معاملہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ نسبت کو پیش نظر رکھے گا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے والا ہوگا۔ اور جو بدنصیب بھی آپ کی نسبت کو خاطر میں نہ لائے گا، وہ آپ کو ناراض کرنے والا ہوگا، اور حشر کے دن جب سورج سوا نیزے پر ہوگا، سخت ترین پیاس میں بھی وہ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی نوازش سے محروم رہے گا اور اس کڑے وقت میں بھی اسے حضور کی پناہ حاصل نہ ہوگی۔ اعاذنا اللہ منہ۔

بلکہ ایک اور حدیث میں تو اس سے بھی سخت وعید آئی ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کے معاملہ میں میرا لحاظ اور میری حفاظت رکھو، سو جو کوئی بھی ایسا کرے گا، اللہ اس کی آبرو کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما دے گا، اور جو کوئی بھی ایسا نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے تنہا چھوڑ دے گا اور جس کسی کو بھی اللہ چھوڑ دے وہ جلد عذاب کی گرفت میں آجاتا ہے (کنز العمال)

صحابہ کو بُرا کہنے والے پر لعنت

صحابہ پر تنقید کرنے والے اور انھیں بُرا بھلا کہنے والے چونکہ بالواسطہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والے ہوتے ہیں، اس لئے ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور تمام مخلوق لعنت بھیجتے ہیں۔

(۳) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رائیتم الذین یسبون اصحابی فقولو العنۃ اللہ علی شرکم۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہیں تو ان سے کہو کہ خدا کی لعنت ہو اس پر جو تم دونوں (یعنی صحابہ اور تم) میں بُرا ہو۔

(ف) ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اللہ کے نزدیک بلند ترین مقام ہونے کی وجہ سے وہی شخص بُرا ٹھہرے گا، جو ان کو بُرا کہے گا۔ اس حدیث میں صحابی کو بُرا کہنے والا واضح طور پر لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں حضرت ابن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت فرماتا ہے جو میرے صحابہ کو بُرا کہے (معجم طبرانی)

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباسؓ نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص میرے صحابہ کو بُرا کہے، اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے (طبرانی)

ایک اور حدیث میں حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا "جو میرے صحابہ کو بُرا کہے، اس پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی لعنت ہے، اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔"

دراصل صحابہ کرام کو بُرا کہنے اور ان کے معاملہ میں بدزبانی کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ افراد ہیں۔

چنانچہ حضرت عویم بن ساعدہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا ہے اور میرے اصحاب بھی چنے ہیں۔ پھر انہی میں سے میرے لئے وزیر، مددگار اور سسرالی رشتہ کے اقربا چنے ہیں، سو جو شخص ان کو بُرا کہے، اس پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی لعنت ہے اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے نہ فرض قبول فرماتے گا نہ نفل" (مستدرک، حاکم، طبرانی)

صحابہ کو بُرا کہنے والے کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے

جو لوگ صحابہ کرام کو بُرا کہتے ہیں، وہ درحقیقت بالواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لائے ہوئے دین کو بُرا کہتے ہیں، اسی احادیث میں ایسے لوگوں کے ساتھ معاشرتی مقاطعہ کا حکم دیا گیا ہے:

(۴) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اختار لی اصحابی فجعلھم اصحابی واصھاری وسیجئی من بعدی قوم ینتقصونھم ویسبونھم فان ادرکتموھم فلا تناکحوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم (کنز العمال)

حضرت ابن مسعودؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا ہے اور میرے لئے میرے اصحاب بھی چن لئے ہیں اور ان کو میرے صحابہ، میرے مددگار اور میرے سسرالی رشتے کے اقربا بنا دیا۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو ان میں عیب نکالیں گے اور انہیں بُرا بھلا کہیں گے اگر تم ایسے لوگوں کو پاؤ تو ان کے ساتھ شادی بیاہ اور کھانے پینے کے تعلق مت قائم کرنا اور نہ تم ان کے

ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ہی ان کے مُردوں پر نماز پڑھنا

(ف) ایک اور حدیث میں ایسے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھنے کی بھی ممانعت آئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے مجھے چُنا ہے اور میرے اصحاب بھی چُنے ہیں، پھر انہی میں سے میرے لئے وزیر، مددگار اور سُسرالی رشتہ کے اقربا چُنے ہیں، آخری زمانہ میں ایک قوم ایسی آئے گی، جو ان سے بغض رکھے گی، سو تم ان کے ساتھ کھانا پینا نہ رکھنا، اور نہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، اور نہ ان کے مُردوں پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ ہی ان کے ساتھ نمازیں پڑھنا (کنز العمال)

صحابہ سے محبت حضورؐ سے محبت اور صحابہ سے بُغض حضورؐ سے بُغض

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت بلکہ محبت اور مودّت کی نسبت حاصل ہے، اس لئے ان سے محبت گویا حضورؐ سے محبت ہے اور ان سے نفرت حضورؐ سے نفرت ہے۔

(۵) عن عبد اللّٰہ بن مغفلؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللّٰہ ومن اٰذی اللّٰہ فیوشک ان یاخذھم (ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں، میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ، کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی اور جس نے

مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جو
اللہ کو ایذا پہنچاتے تو عنقریب اللہ اس کو عذاب
میں پکڑ لیتا ہے۔

(ف) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں جو یہ فرمایا کہ جس نے صحابہ سے محبت رکھی، وہ میری محبت کے ساتھ محبت رکھی، اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ صحابہ سے محبت رکھنا میری محبت کی علامت ہے، ان سے وہی شخص محبت رکھے گا، جس کو میری محبت حاصل ہو۔

دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جو شخص میرے کسی صحابی سے محبت رکھتا ہے تو میں اس سے محبت رکھتا ہوں، اس طرح اس کی محبت صحابی کے ساتھ علامت اس کی سمجھو کہ مجھے اس شخص سے محبت ہے، یہی دو معنی اگلے جملے بغض صحابہ کے ہو سکتے ہیں کہ جو شخص کسی صحابی سے بغض رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے بغض ہوتا ہے یا یہ کہ جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے تو میں اس شخص سے بغض رکھتا ہوں۔

دونوں معنی میں سے جو بھی ہوں یہ حدیث ان حضرات کی تنبیہ کے لئے کافی ہے جو صحابہ کرام کو آزادانہ تنقید کا نشانہ بناتے اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن کو دیکھنے والا ان سے بدگمان ہو جاتے، یا کم از کم ان کا اعتماد اس کے دل میں نہ رہے غور کیا جائے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کے حکم میں ہے (مقام صحابہ)

ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی۔

اے میرے اللہ! تو بھی اس سے محبت رکھ جو صحابہ سے محبت رکھتا ہے اور تو بھی اس سے بغض فرما جو صحابہ سے بغض رکھتا ہے (کنز العمال)

صحابہ سے محبت رکھنے والا قیامت کے دن حضور کے ساتھ اٹھے گا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت رکھنا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنا ہے، اور صحیح احادیث میں یہ بات آتی ہے کہ آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھے گا جس کے ساتھ وہ دنیا میں محبت رکھتا ہے، لہذا صحابہ سے محبت کرنے والا قیامت کے دن صحابہ کرام اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھے گا۔

(۶) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب اصحابی وازواجی واحبائی واھل بیتی ولم یطعن فی احد منھم وخرج من الدنیا علی محبتھم کان معی فی درجتی یوم القیامۃ۔ (کنز العمال)

حضرت ابن عباس حضور اقدس کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے میرے صحابیوں، میری بیویوں، میرے محبت کرنے والوں اور میرے خاندان والوں سے محبت رکھی اور ان میں سے کسی پر بھی عیب جوئی نہیں کی اور دنیا سے ان کی محبت لے کر چلا گیا قیامت کے دن وہ میرے ساتھ میرے ہی پاس ہوگا۔

(ف) ایک اور حدیث بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میرے تمام صحابہ سے محبت رکھتا ہے اور ان کی عقیدت اس کے دل میں ہوتی ہے اور ان کے لئے دعائے مغفرت بھی کرتا رہتا ہے، آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے انہی کے ساتھ جنت میں جگہ دے گا۔ (کنز العمال)

ایک اور حدیث میں حضرت انس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ میری امت میں سے کسی شخص کے ساتھ خیر چاہتا ہے تو اس کے دل

ہیں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے (فردوس دیلمی)

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ہر چیز کی ایک اساس ہوتی ہے اور اسلام کی اساس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور آپ کے اہل بیت سے محبت ہے۔

صحابہ سے بغض رکھنے والے کا حشر

جس طرح صحابہ کرام سے محبت رکھنے والا قیامت کے دن اکرام وانعام سے نوازا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص صحابہ کرام سے بغض رکھتا ہے، قیامت کے دن وہ بڑے حال سے دوچار ہوگا۔ گزشتہ صفحات میں ایک حدیث سے معلوم ہوچکا ہے کہ ایسا شخص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور حوض کوثر کے پانی سے محروم رہے گا۔

(۷) عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع الناس غدا فی الموقف ثم یلتقط منهم قذفة اصحابی ومبغضوهم فیحشرون الی النار۔ (کنز العمال)

حضرت عمرؓ حضور اقدس کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کل قیامت کے دن تمام انسانوں کو میدان حشر میں جمع کیا جائے گا، پھر ان میں سے چن چن کر ان لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا جو میرے صحابہ پر بہتان تراشتے ہیں اور اپنے دلوں میں ان کے خلاف بغض رکھتے ہیں، پھر ان سب کو جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔

(ف) ایک حدیث میں حضرت ابن عمرؓ سے حضور کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگ نجات کی توقع رکھیں گے، سوائے ان لوگوں کے جو میرے صحابہ کو گالیاں دیا کرتے تھے، کہ ان کو تمام میدان حشر والے لعنت ملامت کریں گے۔

ظاہر ہے کہ جو لوگ دنیا میں صحابہ پر لعن طعن کرتے ہیں، ان کے لئے اس سے زیادہ کیا عبرت ناک سزا ہوگی کہ حشر کے دن تمام انسان ان پر لعنت ملامت کریں گے۔

صحابہ کی بھلائیوں کا ذکر کیا کرو

انسان جو کچھ بولتا اور سنتا ہے اس کا اثر دل پر ضرور پڑتا ہے، اسی لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صحابہ کرام کی خوبیوں اور بھلائیوں کا تذکرہ آپس میں کیا کریں، تاکہ ان کی محبت دل میں پیدا ہو، اور ان کے سے اچھے اعمال کرنے کی ترغیب ہو، نہ یہ کہ ان کے عیوب خورد بینوں سے تلاش کر کر کے ڈھونڈے جائیں اور پھر ان کا آپس میں مذاکرہ ہو تاکہ دلوں میں ان کے خلاف کدورت پیدا ہو جائے۔

(۸) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تذکروا مساوی اصحابی فتختلف قلوبکم علیھم واذکروا محاسن اصحابی حتی تاتلف قلوبکم علیھم (فردوس دیلمی، ابن النجار)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کی برائیوں کا ذکر نہ کیا کرو کہ تمہارے دل ان کی محبتوں سے پھر جائیں، بلکہ ان کی اچھائیوں کا ذکر کیا کرو، یہاں تک کہ تمہارے دلوں میں ان کی محبت خوب جم جائے۔

(ف) چونکہ صحابہ کرام کی تمام لغزشوں کو حق تعالیٰ شانہٗ نے معاف فرما دیا ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے، اس لئے ان کی لغزشوں کا ذکر کرنا اور ان میں عیب چینی کرنا بڑی ہی تباہ کن بات ہے۔ ان کے سلسلہ میں تو ایک صاحب ایمان شخص کا رویہ یہ ہونا چاہیئے کہ جب تذکرہ کرے بھلائیوں ہی میں کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد پیچھے گزر چکا ہے کہ جس شخص نے میرے صحابہ کے بارے میں اچھی بات کہی وہ نفاق سے بری ہے اور جس نے ان کے بارے میں بدکلامی کی، اس نے میرے طریقے کو چھوڑ دیا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بڑی ہی بری جگہ ہے (کنز العمال)

ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے صحابہ کے بارے میں اچھی باتیں کرتا ہے وہ مومن ہے (کنز العمال)

بدزبانیوں کا ہدف بننے پر صحابہ کو اجر

اللہ رب العزت کسی شخص کے ساتھ بھی ناانصافی نہیں فرماتے، چنانچہ جو لوگ صحابہ پر عیب جوئیاں کرتے ہیں، اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں، ان بدنصیبوں کے اس طریقے سے صحابہ کرام کا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا، انہیں تو اس پر اجر ملتا رہتا ہے البتہ یہ بیچارے خود آخرت میں سزایاب ہوں گے۔

(۹) عن جابر رضی اللہ عنہ قال قیل لعائشۃ ان ناسا یتناولون اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابابکر و عمر فقالت وما تعجبون من ھذا انقطع عنھم العمل فاحب اللہ ان لا یقطع عنھم الاجر (رزین)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا گیا کہ لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبان درازیاں کرتے ہیں حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسی جلیل القدر ہستیاں بھی ان کی بدزبانیوں سے محفوظ نہیں، آپ نے فرمایا تمہیں تعجب کس بات کا ہے، وفات کے بعد دنیا سے کٹ جانے کی وجہ سے وہ لوگ عمل نہیں کر سکتے تھے مگر اللہ رب العزت چاہتا تھا کہ ان کا اجر جاری رہے

اس طرح ان کے ثواب بڑھنے کا سلسلہ جاری ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدزبانیوں کے سب و شتم سے صحابہ کرام کا اجر بڑھتا ہے اور اسی طرح سے ان کی نیکیوں کا ذخیرہ قیامت تک بڑھتا ہی رہے گا

صحابہ کے لئے استغفار کا حکم

قرآن کریم میں اعلان فرما دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہیں، اور صحابہ کرام بھی اللہ سے راضی اور خوش ہیں اور یہ کہ صحابہ کی لغزشوں کو بھی حق تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے جیسا کہ پہلے باب میں گزر چکا ہے۔ بلکہ حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد بھی صحابہ

سے جو لغزش ہوگی، وہ بھی اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میرے صحابہ سے لغزشیں ہوں گی، مگر انہیں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ اسلام میں سبقت کرنے کی وجہ سے معاف فرمادے گا

(ابن عساکر)

چنانچہ باوجود اس کے کہ حضرات صحابہ کرام کی تمام تر لغزشیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف ہیں، مگر پھر بھی مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں کہ اس میں ایک طرف تو ان کے درجات بلند ہوں گے، دوسری طرف خود مغفرت طلب کرنے والے کی بھی بخشش ہوگی۔

(۱۰) عن عروۃؓ قال قالت لی عائشۃؓ یا ابن اختی امروا ان یستغفروا لاصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسبھم۔ (مسلم)

حضرت عروہؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! حکم تو یہ دیا گیا تھا کہ حضور کے صحابہ کے لئے استغفار کیا جائے، مگر اس کے بالکل برعکس، لوگ ان کو برا بھلا کہنے لگے۔

(ف) خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم دیا گیا تھا کہ آپ بھی اپنے صحابہ کے لئے استغفار فرمایا کیجئے، جیسا کہ باب اول میں گزرا، چنانچہ حضورؐ بھی اکثر اپنے صحابہ کے لئے استغفار فرمایا کرتے تھے، حضرت سہل بن سعدؓ نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ فرمایا کرتے تھے:۔ اللھم اغفر للصحابۃ ولمن رائی من رآنی (طبرانی) اے اللہ! میرے صحابہ کی مغفرت فرما دیجئے اور ان کی بھی جنھوں نے حالت ایمان میں انھیں دیکھا ہو۔

بلکہ ایک حدیث میں تو تبع تابعین کو بھی اس دعا میں شریک فرمایا گیا ہے۔

(ابو نعیم فی المعرفۃ)

انفرادی طور پر الگ الگ صحابہ کے لئے مغفرت کی دعائیں تو بکثرت احادیث میں

منقول ہیں، جو اس کتاب میں بھی متفرق مقامات پر آتی ہیں۔

صحابہ کرام کے لئے دعا تے مغفرت کرنے والے کو خود بھی حسن خاتمہ کے انعام سے مالامال کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث ۱۰ کے ذیل میں گزرا۔

صحابہ کرام کے لئے دل ہر قسم کی کدورت سے صاف ہونا چاہئیں

چونکہ صحابہ کرام اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ افراد ہیں، اس لئے ان کے لئے دل میں کسی قسم کا میل ہونا خود اللہ تعالےٰ کے چناؤ پر اعتراض کے مترادف ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات کی تمنا رکھتے تھے کہ آپ کا قلب اطہر بھی اپنے صحابہ کی طرف سے بالکل پاک صاف رہے۔

(۱۱) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبلغنی احد عن احد من اصحابی شیئا فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر۔

(ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد)

حضرت ابن مسعودؓ حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی میرے کسی ایک صحابی کی بھی کوئی برائی مجھ سے نہ کیا کرے اس لئے کہ میں چاہتا ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آیا کروں تو میرا دل سب کی طرف سے صاف ہو۔

(ف) جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کی طرف سے دل صاف رکھنے کا اس قدر اہتمام تھا تو عام امتی اس حکم کے کس قدر محتاج ہوں گے۔

صحابہ کو ناراض کرنے سے اللہ کی ناراضگی

چونکہ صحابہ کرام اللہ تعالےٰ کے مقرب بندے تھے، اس لئے احادیث میں ان کو ناراض کرنے کو اللہ کے ناراض کرلے کے برابر فرمایا گیا ہے۔

(۱۲) عن عائذ بن عمرو قال ان ابا سفیان اتی علی سلمان

حضرت عائذ بن عمرو فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوسفیان (صلح حدیبیہ کے زمانے میں قبول اسلام

وصهيب وبلال رضي الله عنهم في نفر من المدينة فقالوا ما اخذت سيوف الله من عنق عدو الله ماخذها فقال ابوبكر تقولون هذا الشيخ قريش و سيدهم فاتى ابوبكر النبي صلى الله عليه وسلم فاخبره فقال يا ابابكر اغضبتهم لئن كنت اغضبتهم لقد اغضبت ربك فاتاهم ابوبكر فقال يا اخواتاه اغضبتكم؟ قالوا لا يغفر الله لك يا اخي۔

(مسلم)

سے پہلے، مدینہ آتے ہوئے تھے، ان کا گزر فوراً صحابہ کی جماعت حضرت سلمان، صہیب اور بلال وغیرہ پر ہوا، ان حضرات نے (ابوسفیان پر چوٹ کستے ہوئے) کہا اللہ تعالیٰ کی تلوار نے ابھی تک اس دشمن سے اپنا انتقام نہیں لیا، جو مزے سے یہ یہاں گھومتا پھر رہا ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے ان حضرات کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا، سردار قریش کے بارے میں تم لوگ ایسی بات کہتے ہو، اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر وہ حضرات کہیں اس بات سے تم سے ناراض نہ ہو گئے ہوں اگر وہ ناراض ہوں گے تو اللہ بھی تم سے ناراض ہوگا، یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ ان تینوں کے پاس واپس لوٹ کر آتے اور ان سے پوچھا کہ اے میرے بھائیو! کیا میری بات سے تم ناراض ہو گئے ہو، انہوں نے کہا کہ نہیں ہم ناراض نہیں ہوتے اور اے بھائی اللہ تعالیٰ بھی آپ کو معاف فرماتے،

(ف) حضرت ابوسفیان قریش کے سرداروں میں سے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے ہمیشہ درپے آزار رہتے تھے، اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوتے تھے، اسی لئے حضرات صحابہ کرام کو ان کا اس طرح مدینہ میں آزادی سے گھومنا پھرنا ناگوار ہوا، جس کی بنا پر ان کی زبان سے مذکورہ کلمات نکلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت ابوسفیان کی تالیف قلب کی خاطر اور نیز اس لئے

کہ اس وقت ان کو امان حاصل تھی، اس امان کی رعایت فرماتے ہوئے ان حضرات صحابہ کرام کو تنبیہ فرمائی تھی، مگر اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو تنبیہ کرنے پر حضرت صدیق اکبر کو تنبیہ فرمائی کہ ان صحابہ کو ناراض کرنے میں اللہ جل شانہ کی بھی ناراضگی ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ان حضرات سے معافی مانگنے تشریف لے گئے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرات سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کا ابوسفیان کے بارے میں مذکورہ کلمات کا کہنا چونکہ محض "الحب فی اللہ والبغض فی اللہ" کے جذبہ کے تحت تھا، اس لئے انھیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل تھی اور اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو تنبیہ فرمائی تھی۔

حضورؐ کا صحابہ کی دلجوئی کا اہتمام کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے خلوص اور تعلق مع اللہ سے بخوبی واقف تھے، اسی لئے آپ اس بات کا پورا اہتمام فرماتے تھے کہ کسی بھی صحابی کو کسی بھی موقع پر ادنیٰ رنج بھی نہ اٹھانا پڑے۔ اس سلسلے میں بہت سے صحابہ کی دلجوئی کے واقعات کتب حدیث میں آتے ہیں۔

(۱۳) عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتیکم عکرمۃ بن ابی جہل مؤمنا مهاجرا فلا تسبوا اباہ فان سب المیت یوذی الحی ولا یبلغ المیت۔

(ابن سعد، ابن عساکر)

حضرت عبد اللہ بن زبیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہارے پاس عکرمہ بن ابی جہل اپنا گھر بار چھوڑ کر ایمان لے کر آرہا ہے، تم لوگ اس کے باپ کو برا بھلا مت کہنا اس لئے کہ مردے کو برا کہنے سے (اس کے زندہ اقربا) کو تکلیف ہوتی ہے اور میت کو بھی اس بدکلامی سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

(ف) ابوجہل کا بدترین دشمنِ اسلام ہونا کسی پر پوشیدہ نہیں، مگر جب اس کے صاحبزادے اسلام قبول کرتے ہیں تو دربار رسالت سے حکم جاری ہوتا ہے کہ ابوجہل کو بُرا بھلا نہ کہا جائے کہ باپ کی بُرائی سے بیٹے کو دُکھ ہوگا۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگو! تم جانتے ہو، اس وقت تمام اہلِ زمین میں اللہ کے نزدیک بزرگ تر کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، آپ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عباس مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں، تم ہمارے پچھلے لوگوں کو بُرا بھلا نہ کہا کرو کہ اس سے ہمارے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے (مسند احمد، النسائی)

حضرت خالد بن ولیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور عمار بن یاسرؓ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا۔ میں نے انہیں سخت وسست کہا، عمار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور میری شکایت کی، جب میں حضورؐ کے پاس پہنچا تو وہ میری شکایت ہی کر رہے تھے، تو میں نے انھیں مزید بُرا بھلا کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چپ تھے، کچھ بول نہیں رہے تھے، حتیٰ کہ عمار رو پڑے، اور کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ خالد کو نہیں دیکھ رہے؟ حضورؐ نے اپنا سر اقدس اٹھایا اور ارشاد فرمایا، جو عمار سے دشمنی کرتا ہے، اللہ اس سے دشمنی کرتا ہے اور جو عمار سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے بغض رکھتا ہے، حضرت خالد کہتے ہیں، اس کے بعد میں اٹھ کر آیا تو میرے لئے دنیا میں کوئی چیز بھی عمار کو راضی کرنے سے زیادہ محبوب نہ رہی، سو میں ان کے پاس گیا اور ہر ممکن طریقہ سے جیسے تیسے ان کو راضی کیا (مسند احمد)

ایک حدیث میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ حضور کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ خالد کو اذیت نہ پہنچاؤ، اس لئے کہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

(صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم)

حضرت حسن بصری سے مرسلاً یہ حدیث مروی ہے کہ صفوان بن معطل کو بُرا بھلا نہ کہو، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے (طبقات ابن سعد)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کے بارے میں بعض لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ ہنسی مذاق بہت زیادہ کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو، وہ دل کے بہت اچھے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول سے بڑی محبت کرتے ہیں (ابن عساکر عن الزہریؒ مرسلاً)

ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسان بن ثابتؓ کو بُرا نہ کہو، اس لئے کہ وہ (اپنے اشعار سے) اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتا ہے (ابن عساکر)

حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث میں ہے کہ حسان مومنوں اور منافقوں کے درمیان وجہ امتیاز ہے، اس سے کوئی منافق محبت نہیں کر سکتا اور کوئی مومن بغض نہیں رکھ سکتا (ابن عساکر)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ صہیب رومی سے بغض نہ رکھو (مستدرک حاکم عن صہیب)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ صہیب کو ایسے ہی محبوب رکھے، جیسے ماں اپنے بیٹے کو محبوب رکھتی ہے (ابن عساکر عن صہیب)

حضرت علیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جریر بن عبداللہ کو بُرا نہ کہو کیونکہ جریر ہم میں سے ہے وہ ہمارے اہل بیت میں ہے (ابن عساکر)

ایوب بن محمد سے مرسلاً مروی ہے کہ نعیمان کے بارے میں سوائے خیر کے زبان سے کچھ نہ نکالو، اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے (طبقات ابن سعد)

حضرت ابو الطفیل راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ماعز کو

برا نہ کہو (طبرانی)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ؐ کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ ماعز کے لئے دعائے مغفرت کرو، اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ ایک امت میں تقسیم کر دی جائے تو سب کی مغفرت کے لئے کافی ہو (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ تم معاذ بن جبل کو برا نہ کہو، اس پر تو اللہ اپنے فرشتوں کی محفل میں ناز کرتا ہے (حکیم ترمذی)

مذکورہ صحابہ کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کے بارے میں فرداً فرداً آیا ہے کہ ان کے بارے میں سوء کلام کرنے یا انھیں بدرجہ ادنیٰ بھی اذیت رسانی سے بچا جائے۔

حضورؐ مرنے والے صحابہ کو کس طرح یاد کرتے تھے

جن لوگوں کی زبانیں صحابہ کرام کے معاملہ میں قینچی کی طرح چلتی ہیں، انھیں چاہیئے کہ وہ غور کریں کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے وفات پانے والے صحابہ کے بارے میں کس قسم کے کلمات فرماتے تھے۔

(۱۴) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ بن رواحۃ انہ یحب المجالس التی تتباھی بھا الملائکۃ۔ (مسند احمد)

حضرت انسؓ نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، اللہ ابن رواحہ پر رحم کرے، وہ ایسی مجالس پسند کرتا تھا جن پر فرشتے بھی رشک کریں۔

(ف) حضرت جابر حضور کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ کی موت پر عرش الٰہی ہل گیا ہے (بخاری، مسلم)

قتادہ کہتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا جانے لگا تو منافقین چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے، یہ درحقیقت بنو قریظہ کے بارے میں ان کے

فیصلے کی سزا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سُنی تو آپ نے فرمایا، بے شک اس کے جنازے کو فرشتے اٹھاتے ہوتے ہیں (ترمذی)

حضرت عثمان بن مظعونؓ کے انتقال پر حضورؐ نے فرمایا۔ اے عثمان اللہ تجھ پر رحم کرے، نہ تو نے دنیا سے کچھ لیا، نہ دنیا نے تجھ سے کچھ لیا (حلیۃ الاولیاء عن عبد ربہ بن سعید)

حضرت حنظلہ بن عامر حالت جنابت ہی میں شہید ہو گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا، بلاشبہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حنظلہ کو زمین اور آسمان کے درمیان نہلا رہے ہیں، ان کے غسل کے لئے بادلوں کا ستھرا پانی ہے جو چاندی کے طشت میں رکھا ہوا ہے۔ (مستدرک حاکم، طبقات ابن سعد عن خزیمہ بن ثابت)

حارثہ بن نعمان کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا۔ میں جنت میں داخل ہوا تو وھاں قرآن پڑھنے کی آواز آرہی تھی (میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو) کہنے لگے کہ حارثہ بن نعمان پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا، نیک آدمی ایسا ہی ہوتا ہے، نیک آدمی ایسا ہی ہوتا ہے (مستدرک عن عائشہ)

حارثہ کی والدہ سے تعزیت کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ام حارثہ! جنت میں کتنی درجات ہیں۔ تمہارا بیٹا سب سے بلند درجہ "فردوس" میں پہنچا ہے (ترمذی عن انس)

حضرت زید بن حارثہ کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں ایک نوجوان (خوبصورت) لڑکی نے میرا استقبال کیا، میں نے اس سے پوچھا تو کس کے لئے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ زید بن حارثہ کے لئے (ابن عساکر، ضیاء مقدسی عن بریدۃ)

حضرت جابر کے والد ایک غزوہ میں شہید ہو گئے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، تو آپ نے مجھ سے پوچھا۔ جابر! کیا بات ہے تم کچھ ٹوٹے ہوئے لگتے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، میرے والد شہید ہو گئے

ہیں اور اپنے پیچھے قرض اور کثیر عیال چھوڑ گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا کیا میں تمہیں اس ملاقات کا حال سُنا کر خوشخبری نہ دوں جو تمہارے والد کی اللہ سے ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی عادت یہ ہے کہ بلا حجاب کسی سے کلام نہیں فرماتے۔ مگر اس نے تمہارے والد کو زندہ کیا، اور ان سے بلا حجاب بات کی، اور فرمایا۔ اے میرے بندے مجھ سے آرزو کر، میں دوں گا۔ تمہارے والد نے عرض کیا۔ اے میرے رب مجھے زندگی دے دے، تاکہ میں دوبارہ آپ کے راستے میں شہید ہو جاؤں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ میرا یہ اٹل قانون ہے کہ کسی شخص کو بھی مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹاتا۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے: لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ یعنی جو لوگ اللہ کے راستے میں شہادت پا جاتے ہیں، انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ زندہ ہیں۔ الآیۃ (ترمذی)

حضرت ثابت بن وحداحؓ کی وفات پر حضور نے ارشاد فرمایا، جنت میں ثابت بن وحداح کے لئے کتنی ہی انگوروں کی لٹکی ہوئی بیلیں ہیں (مسلم مسند احمد، ابو داؤد، ترمذی عن جابر بن سمرۃ)

حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت پر فرمایا۔ مجھے جنت میں جعفر بن ابی طالب فرشتے کے روپ میں دکھائے گئے، ان کے دو پر تھے، جن سے وہ جہاں چاہتے اڑ کر چلے جاتے، ان کے پاؤں خون میں لت پت تھے (مستدرک حاکم عن ابن عباس)

حضرت عتاب بن اسیدؓ کی وفات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جیسے عتاب جنت کے دروازے پر آتے ہیں اور اس کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹا رہے ہیں، یہاں تک کہ ان کے لئے دروازہ کھول دیا گیا۔

(فردوس دیلمی عن انس)

نعیم بن سعد کی وفات پر ارشاد فرمایا۔ میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں نعیم کے قدموں

کی چاپ سُنی (ابن سعد عن ابی بکر العدوی مرسلاً)

حضرت ماعزؓ کی موت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے اس کو جنت کی نہروں میں تیرتے اور اٹھکیلیاں کرتے دیکھا ہے۔

(مسند ابی لوانہ عن جابر)

حضرت صہیب رومیؓ اور حضرت ابوالدحداحؓ کی وفات پر حضورؐ نے فرمایا۔ حوضِ کوثر سے سب سے پہلے جو شخص مجھ سے پانی پئے گا وہ صہیب رومی ہیں، اور جنت میں جو شخص سب سے پہلے کھجور کھائے گا وہ ابودحداح ہے، اور میدانِ حشر میں فرشتے جس شخص سے سب سے پہلے مصافحہ کریں گے وہ ابوالدرداء ہیں۔

(فردوس دیلمی عن ابن عباس)

حضرت عبداللہ بن ذوالبجادینؓ کی وفات پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے تو بہت ہی اللہ کے سامنے گڑگڑانے والا اور قرآن کی خوب تلاوت کرنے والا تھا۔

(ابوداؤد، ترمذی عن ابن عباس)

حضرت حذافہ بن البصریؓ کی وفات پر ارشاد فرمایا، اللہ حذافہ پر رحم کرے، بلاشبہ وہ ایک نیک آدمی تھا (کنز العمال عن عائشہ)

حضرت ابوسلمہؓ کی وفات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ پہلا شخص جسے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا ابوسلمہ بن عبدالاسد ہیں (دیلمی عن ابن عباس)

ان کے بارے میں دعائے مغفرت کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت فرمائیے، ان کے درجات مقربین میں بلند فرمائیے، ان کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھیئے، اور اے ہمارے پروردگار! ان کی اور ہماری بخشش فرمائیے، ان کی قبر کو ان کے لئے کشادہ فرمائیے، اور ان کی قبر میں ان کے لئے نور بھر دیجئے۔ (مسلم، ابوداؤد، مسند احمد عن ام سلمہ)

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے اللہ تو طلحہ سے ایسے مل کہ تو اس سے خوش ہو وہ تجھ سے خوش ہو،

(طبرانی عن حصین بن وحوح)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ ابن رواحہ پر رحم کرے، جب کبھی بھی نماز کا وقت آجاتا تھا وہ اونٹ روک کر پہلے نماز ادا کرتے تھے (ابن عساکر عن ابن عمر)

مذکورہ تمام احادیث پڑھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وفات یافتہ صحابہ کرام کو ہمیشہ اچھے الفاظ میں یاد فرماتے تھے اور یہ کہ اکثر ان کے لئے بشارتیں سنایا کرتے تھے، اب وہ لوگ جو صحابہ کے اٹھ جانے کے بعد ان کے لئے بری باتیں کرتے ہیں اور اپنی بدزبانیوں سے انھیں محفوظ نہیں رکھتے، غور کرلیں کہ ان کا فعل سنتِ نبوی سے کس قدر میل کھاتا ہے۔



فضائل صحابہ

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سہارا دیا، جس وقت ان کا ماننے والا دنیا میں کوئی نہ تھا، انھوں نے اس دین کے لئے ایسی ایسی قربانیاں دیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے، اس کی خاطر اپنے جان ومال، اعزہ واولاد اور عزت وآبرو کو بھی داؤ پر لگا دیا، اپنا سب کچھ لٹا کر انھوں نے اس دین کے پودے کی کاشت کی اور اس وقت اس کی آواز کو بلند کیا، جس وقت اس کی حمایت میں ایک کلمہ بھی منہ سے نکالنا موت کو دعوت دینا تھا، ان کا یہی ایثار اور قربانی اور پیغمبر اسلام اور اللہ کے دین سے والہانہ شیفتگی ہے، جس نے ان کو غیر معمولی عظمت اور فضیلت سے مالامال کر دیا، اور وہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کی عقیدت ومحبت کا مرجع بن گئے، احادیث میں بھی صحابہ کرام کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

خیر القرون حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو انسانی تاریخ کا وہ عظیم اور مقدس دور حاصل ہوا جس میں تمام انبیاء بلکہ تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس ارض خاکی پر مبعوث ہوئے، جن کے وجود نے اس زمین کو رشکِ ماہ وفلک بنا دیا اور جن کے ذریعہ اللہ عزوجل نے دین اسلام کی نعمت کو انسانوں پر مکمل فرما دیا۔

(۱) عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت عمران بن حصین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بہترین لوگ

علیہ وسلم خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم فلا ادری ذکر قرنین او ثلاثۃ ثم من بعدھم قوما یشھدون ولا یستشھدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یوفون ویظھر فیھم السمن (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ جو ان سے متصل ہیں پھر وہ جو ان سے متصل ہیں (راوی کہتے ہیں، یہ ٹھیک یاد نہیں رہا کہ آپ نے دو زمانے ارشاد فرمائے یا تین) اس کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو گواہیاں دیں گے حالانکہ ان سے گواہی نہ مانگی گی اور خیانت کریں گے اور امین نہ سمجھے جائیں گے اور منتیں مانیں گے اور پوری نہ کریں گے اور ان میں (مالی فراوانی اور دنیاوی عیش و عشرت کے سبب) موٹاپا عام ہو جائے گا۔

(ف) جس مدت میں ایک زمانے کے لوگ ختم ہو جائیں، وہ قرن کہلاتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنے بھی قرن اس زمین میں آکر بسے ہیں یا بسیں گے، ان میں سب سے بہتر قرن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا ہے، جو آخری صحابی حضرت ابو الطفیل کی وفات پر ختم ہوا۔ جنھیں اللہ تعالےٰ نے اٹھانوے سال کی عمر عطا فرمائی تھی، اس قرنِ صحابہ کے بعد سب سے افضل قرن حضرات تابعین رحمھم اللہ کا ہے، پھر اس کے بعد تبع تابعین کا قرن افضل ہے۔ ان تین قرنوں کے گزرنے کے بعد چوتھے قرن میں وہ روحانیت اور نورانیت نہیں رہی جو آفتاب نبوت کی وجہ سے پہلے تین قرنوں میں تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میری امت کا بہترین زمانہ وہ ہے، جس میں میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، پھر ان لوگوں کا جو ان سے متصل ہیں، پھر ان کا جو ان سے متصل ہیں، پھر اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو موٹاپے کو پسند کریں گے، اور قبل اس کے کہ ان سے کوئی گواہی مانگے خود گواہیاں دیتے پھریں گے (مسلم)

حضرت عمرؓ یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ میرے صحابہ کے معاملہ میں میری نسبت کا لحاظ رکھو، پھر ان لوگوں میں جو ان سے متصل ہیں، پھر ان لوگوں میں جو ان سے متصل ہیں، پھر اس کے بعد جھوٹ عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ لوگ بغیر کہے گواہیاں دیا کریں گے اور بغیر مطالبہ کے قسمیں کھایا کریں گے (ابن ماجہ)

حضرت عمرؓ ہی حضورؐ کے اس ارشاد کے راوی ہیں کہ میرے صحابہ کے ساتھ اچھا رویہ رکھو، پھر ان کے ساتھ جو ان سے متصل ہیں، پھر ان کے ساتھ جو ان سے متصل ہیں (کنز العمال)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ میرے صحابہ کا احترام کرو، پھر ان لوگوں کا جو ان سے متصل ہیں، پھر ان کا جو ان سے متصل ہیں، پھر جھوٹ عام ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ آدمی قسم کے مطالبہ سے پہلے ہی قسم کھائے گا۔ اور گواہی مانگے جانے سے پہلے ہی گواہی دے گا (مسند احمد، ابن عساکر)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی ہے کہ اے اللہ! میرے صحابہ کی مغفرت فرما دے اور ان کی جنھوں نے انھیں دیکھا ہو، اور ان کی جنھوں نے ان کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہو (ابونعیم عن سہل بن سعد)

صحابہ کرام اللہ کے برگزیدہ اور پسندیدہ افراد

انبیاء کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا اور ان کی صحبت اٹھانا اور ان کے ساتھ مل کر اللہ کے پسندیدہ دین کا بول بالا کرنا اور اس کے لئے قربانیاں دینا، اتنی بڑی بڑی سعادتیں ہیں، جو کسی بھی انسان کو خود سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

(۱۶) عن عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حضرت عویم بن ساعدہؓ حضور اقدسؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے

وسلم ان الله اختارنی و اختارلی اصحابا فجعل منهم وزراء واصهارا وانصارا فمن سبهم فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه یوم القیامة صرفاً ولا عدلاً۔

چنا ہے اور میرے لئے میرے اصحاب چنے ہیں، پھر انہی میں سے میرے وزیر، سسرالی رشتہ دار اور معاون چنے ہیں، سو جو ان کو برا بھلا کہتا ہے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان کے فرض قبول کرے گا نہ نفل،

(مستدرک حاکم، طبرانی)

(ف) صرف یہی ایک حدیث نہیں، اس مفہوم کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی خدمت کے لئے بطور خاص خود چنا ہے۔

حضرت انسؓ حضور پاکؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے مجھے چنا ہے اور میرے لئے میرے ساتھی چنے ہیں، پھر انہی میں سے میرے لئے میرے سسرالی رشتہ دار اور معاون چنے ہیں، سو جو ان کے سلسلے میں میری نسبت کی حفاظت کرے گا، اللہ اس کی حفاظت کرے گا، اور جو مجھے ان کے سلسلہ میں اذیت دے گا اللہ اسے اذیت دے گا (خطیب بغدادی)

اس سلسلے کی کچھ حدیثیں نمبر ۴ کے ذیل میں گزر چکی ہیں

حضرت ابن مسعودؓ کا قول

صحابہ کرام کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب اور برگزیدہ ہونے کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول بہت مشہور اور عمدہ ہے، اور چونکہ وہ محدثین کے عام قاعدہ کے مطابق "مالا یدرک بالقیاس" ہے، اس لئے اغلبا یہی ہے کہ اسے انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سنا ہوگا، اس لئے یہ معنوی اعتبار سے حدیث

مرفوع کے حکم میں ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال ان اللّٰہ نظر فی قلوب العباد فنظر قلب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فبعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فاختارھم لصحبۃ نبیہ ونصرۃ دینہ۔

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو ان سب دلوں میں بہتر پایا تو آپ کو اپنی رسالت کے لئے مقرر فرمادیا، پھر اس کے بعد دوسرے لوگوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے دلوں کو دوسرے تمام بندوں کے دلوں سے بہتر پایا، تو ان کو اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی نصرت کے لئے منتخب فرمالیا۔

صحابہ کی اقتداء کرو

اسی سلسلے میں حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول بھی بہت مشہور ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال من کان متاسیا فلیتاس باصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانھم ابر ھذہ الامۃ قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا واقومھا ھدیا واحسنھا حالا قوم اختارھم اللّٰہ لصحبۃ نبیہ واقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوا آثارھم فانھم کانوا علی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے نقش قدم پر چلے کیونکہ یہ حضرات ساری امت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک، اپنے علم کے اعتبار سے گہرے تکلف وبناوٹ سے الگ تھلگ، عادات واطوار کے اعتبار سے معتدل اور حالات وکردار کے اعتبار سے بہتر ہیں، یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے منتخب فرمایا ہے

الهدى المستقيم۔ تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے اقوال و افعال کی پیروی کرو کیونکہ یہی لوگ سیدھے راستے اور ہدایت پر ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کے مذکورہ قول سے جہاں حضرات صحابہ کرام کا خود اللہ کی طرف سے چُنا ہوا ہونا معلوم ہوتا ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے کردار و گفتار میں انہی کی پیروی کرنی چاہیئے، کیونکہ اگر کسی بھی جماعت کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ بنایا جا سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف صحابہ کرام کی جماعت ہے، کیونکہ صحبت نبوی کی برکت سے ان کے اقوال و افعال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۂ حسنہ" کا ہی پر تو ہیں۔

صحابہ کرام معیار حق

صحابہ کرام صحبت نبوی کی برکت سے نمونہ ہدایت بن گئے تھے، چنانچہ جس صحابی کی زندگی کو بھی اپنا رہنما بنایا جاتے، انسان ہدایت پا سکتا ہے۔

(۱۷) عن عمر رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سئلت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابك عندی بمنزلة النجوم من السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشئ مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی الهدی و قال اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم۔

حضرت عمرؓ حضور اقدسؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ میں پیدا ہونے والے اختلافات کے بارے میں اپنے رب سے پوچھا کہ اس میں کیا مصلحت ہے، تو میری طرف وحی آئی کہ اے محمد تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمانوں کے ستاروں کی طرح ہیں کہ ان میں سے ہر ایک میں روشنی ہے (ہاں ہم) بعض کا نور بعض سے قوی ہے، پس جس نے ان کے اختلافات میں سے جس بات کو بھی لے لیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اقتدا کرو گے ہدایت پالو گے

(رزین، جمع الفوائد)

(ف) اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین میں سے ہر ہر صحابی "معیارِ حق" اور "راہِ ہدایت کا رہبر" ہے۔ امت میں سے جو شخص بھی ان میں سے جس شخص کی اتباع بھی کرے گا وہ ہدایت پر ہی رہے گا اور مرنے کے بعد ہدایت یافتگان ہی میں اٹھے گا۔

نیز اس حدیث سے یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ مختلف معاملات میں مختلف صحابہ کا الگ الگ طرزِ عمل بلکہ بسا اوقات ایک ہی معاملہ میں ان نفوسِ قدسیہ کا باہمی اختلاف اور نزاع بھی ان میں سے ہر ایک کے "مشعلِ ہدایت" ہونے سے مانع نہیں کیونکہ مختلف معاملات میں مختلف انسانوں کا باہمی اختلاف انسانی فطرت اور اس کے خمیر میں داخل ہے، مگر اس باہمی اختلاف میں بھی مسلمانوں کا ایک دوسرے سے ویسا ہی رویہ رکھنا، جیسا صحابہ کرام نے رکھا، ہدایت اور کامیابی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بعض اوقات باہمی اختلاف کے باوجود ان میں سے ہر ہر صحابی کو "ذریعہ ہدایت" قرار دیا ہے۔ اور ہر ایک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے، اگر تم بھی اس راستے کو اختیار کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کو بُرا نہ کہو، خدا کی قسم اگر تم ان کے طریقہ پر چلو گے تو بہت ہی جلد منزل کو پالو گے، اور اگر تم ان کے راستہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں مڑے، تو بدترین گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے (ابن نجار، عن ابی سعید)

خلفائے راشدین کی سنت کے اتباع کا حکم

تمام صحابہ گو مستقل ہدایت ہی ہیں ان میں بھی حضرات خلفائے راشدین کو غیر معمولی فضیلت حاصل ہے:-

(۱۸) عن عرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حضرت عرباض بن ساریہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں

وسلم انه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین عضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعة ضلالة۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

سے جو شخص بھی میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم لوگوں پر لازم ہے کہ میری سنّت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرو، اور ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑلو، اور نئے نئے اعمال سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ف) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں، اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنّت کی طرح خلفائے راشدین کی سنّت کو بھی واجب الاتباع اور فتنوں سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے، اسی طرح دوسری متعدد احادیث میں متعدد صحابہ کرام کے نام لے کر مسلمانوں کو ان کی اقتدا واتباع اور ان سے ہدایت حاصل کرنے کی تلقین فرماتی ہے، یہ روایات سب کتب حدیث میں موجود ہیں (مقام صحابہ)

جیساکہ اس کتاب میں بھی مختلف مقامات پر ان میں سے بعض روایات ذکر کر دی گئی ہیں۔

صحابہ و تابعین مغفور و جنتی ہیں

آیات قرآنی کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ تمام صحابہ سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہیں، اور صحابہ بھی اللہ سے راضی اور خوش ہیں، ظاہر ہے جن سے اللہ راضی ہے انھیں وہ جہنم میں ہرگز نہ بھیجے گا، احادیث سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تابعین کی بھی مغفرت فرمادی ہے۔

(۱۹) عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جہنم کی آگ اس

وسلم لا تمس النار مسلما رآنی او رای من رآنی قال طلحة قد رایت جابرا وقال موسیٰ قد رایت طلحة قال یحییٰ وقال لی موسیٰ وقد رایتنی ونحن نرجو الله۔

(ترمذی)

مسلمان کو نہیں چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا، حضرت طلحہ نے (جو کہ تابعی ہیں) یہ حدیث نقل کر کے فرمایا کہ میں نے حضرت جابر کو (جو کہ صحابی ہیں) دیکھا ہے، اور موسیٰ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے طلحہ کو دیکھا ہے اور یحییٰ (یہ بھی راوی حدیث ہیں) کہتے ہیں کہ مجھ سے موسیٰ نے (یہ حدیث سنا کر) کہا کہ تم نے مجھ کو دیکھا، لہٰذا ہم سب اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں (کہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں گے)

(ف) اس حدیث پاک سے حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے مغفور اور جنتی ہونے کی بشارت معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ لوگ جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں گے، اور جہنم سے وہی محفوظ رہے گا جس کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہوں اور وہ حسن خاتمہ سے نوازا گیا ہو۔

نیز چونکہ یہ بشارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہے اور آپ جو کچھ بھی کہتے ہیں وحی الٰہی کی بنیاد پر کہتے ہیں، اس لئے درحقیقت یہ بشارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنائی گئی ہے۔

اس نجات اور مغفرت کی وجہ دراصل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی ایمان کی حالت میں زیارت سے یقین اور احسان کی ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی، جو دوسرے لوگوں کو برسوں کے مجاہدہ سے بھی نصیب نہیں ہو سکتی، اسی طرح صحابہ کرام کی زیارت میں بھی زیارت نبوی کی برکت سے یہی تاثیر پیدا ہو گئی تھی گو پہلے سے کم۔ اور تابعین کی زیارت وصحبت میں بھی یہی اثر تھا، اگرچہ کہ صحابہ سے کم اور اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا، جس کے لئے جہنم کے اوپر پُل صراط رکھا جائے گا چنانچہ میں اور میرے صحابہ اس پر سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(فردوس دیلمی عن انس)

ان حدیثوں میں تو تمام صحابہ کی مغفرت اور ان کے جنت میں جانے کا بیان ہے، اس کے علاوہ دیگر احادیث میں الگ الگ صحابہ کا نام لے کر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جنت کی بشارت سُنائی ہے۔ ذیل میں ان میں سے بعض احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، تم دوزخ کی آگ سے نجات پا چکے ہو (ترمذی) اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق کو "عتیق" بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ تم میرے حوض کوثر کے (بھی) ساتھی ہو، جس طرح، غار (ثور) کے ساتھی ہو (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ جنت میں ایک شخص ایسا جائے گا کہ جنت میں کوئی مکان یا گھر ایسا نہ ہوگا جس کے باسی اسے خوش آمدید نہ کہیں، اور اس سے یہ نہ کہیں کہ ہمارے ہاں آئیے، ہمارے ہاں آئیے۔ وہ شخص اے ابوبکر تم ہو (طبرانی)

حضرت عمر فاروقؓ

حضرت ابوالیسر روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

عمر فاروق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کی خوشخبری سُنائی ہے (کنز العمال)

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں سونے کا ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا یہ قریش کے ایک نوجوان کا ہے، میں سمجھا کہ وہ میں ہی ہوں۔ میں نے پوچھا وہ نوجوان کون ہے؟ کہنے لگے عمر بن خطاب (پھر حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔) اگر میں تمہاری غیرت سے واقف نہ ہوتا تو ضرور اس محل کے اندر جاتا۔

(ترمذی، مسند احمد)

حضرت عثمان غنیؓ

حضرت طلحہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر ایک نبی کا جنت میں ایک ساتھی ہوتا ہے اور میرے ساتھی وہاں عثمان بن عفان ہیں (ترمذی)

حضرت جابرؓ یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ عثمان میرے دنیا کے دوست ہیں، اور عثمان میرے آخرت کے دوست ہیں (مسند ابو یعلی)

حضرت علی مرتضیٰؓ

حضرت علی روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے علی تمہارے لئے جنت میں بڑا خزانہ ہے اور بلاشبہ تم جنت میں دو اطراف والے ہو گے (مسند احمد)

حضرت ابن عمرؓ حضورؐ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اے علی! تم میرے دنیا میں بھی بھائی ہو اور آخرت میں بھی بھائی ہو گے (ترمذی)

عشرۂ مبشرہؓ

وہ دس بزرگ صحابہ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں ان کی زندگیوں ہی میں جنت کی علی الاعلان بشارت دی تھی، عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعید بن زیدؓ نے سُنا کہ بعض لوگ بعض امراء سلطنت کے سامنے حضرت علیؓ کو بُرا کہتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ افسوس میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بُرا کہا جاتا ہے اور تم اس پر نہ نکیر کرتے، نہ اس سے روکتے ہو (اب سُن لو، میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے (اور پھر حدیث بیان کرنے سے پہلے فرمایا کہ یہ بھی سمجھ لو کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کروں جو آپ نے نہ فرمائی ہو کہ قیامت کے روز جب میں حضور سے ملوں تو آپ مجھ سے اس کا مواخذہ فرماویں، یہ کہنے کے بعد حدیث بیان کی کہ، ابو بکرؓ جنت میں ہیں، عمرؓ جنت میں ہیں، عثمانؓ جنت میں ہیں، علیؓ جنت میں ہیں، طلحہؓ جنت میں ہیں، زبیرؓ جنت میں ہیں، سعدؓ بن ابی وقاص جنت میں ہیں، عبدالرحمٰنؓ بن عوف جنت میں ہیں، ابو عبیدہؓ بن جراح جنت میں ہیں۔ ان نوؓ حضرات کا نام لے کر حضرت سعید بن زید خاموش ہو گئے اور دسویں کا نام نہیں لیا، جب لوگوں نے پوچھا دسواں کون ہے تو فرمایا سعید بن زید۔

اس کے بعد حضرت سعید بن زید نے فرمایا، خدا کی قسم صحابہ کرام میں سے کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا، جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جاتے، غیر صحابہ میں سے کسی بھی شخص کی عمر بھر کی عبادت و عمل سے بہتر ہے، اگرچہ اس کو عمر نوحؑ دے دی جاتے (ابو داؤد، ترمذی)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد حضرت سعید بن زیدؓ نے یہ بھی فرمایا کہ بلاشبہ جب ان حضرات کی عمریں ختم ہو گئیں، تو اللہ نے چاہا کہ ان کے اجر کا سلسلہ پھر بھی قیامت تک جاری رہے (سو یہ سب وشتم کا سلسلہ شروع ہوا) اور بڑا ابد بخت ہے جو ان حضرات سے بغض رکھے اور بہت خوش نصیب ہے جو

ان سے محبت رکھے (جامع الاصول)

بعض دیگر صحابہ کو جنت کی بشارت

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس شخص کے بارے میں سُنا ہے کہ وہ زمین پر چلتے پھرتے اور زندگی گزارتے ہوتے بھی اہلِ جنت میں سے ہے وہ حضرت عبداللہ بن سلام ہیں (مسلم)

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جنت تین شخصوں کی منتظر اور مشتاق ہے۔ علی، عمار، سلمان فارسی (ترمذی عن انس)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن (جنت کی طرف) سبقت کرنے والے چار شخص ہیں۔ عرب میں سبقت کرنے والا میں ہوں رومیوں میں صہیب، اہلِ فارس میں سلمان اور اہلِ حبشہ میں بلال ہیں (حاکم عن انس)

حضرت بریدہؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ ایک مرتبہ صبح ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو بُلا بھیجا (وہ آئے تو) ان سے پوچھا کہ بلال! کیا چیز ہے جس کی وجہ سے تم مجھ سے پہلے جنت میں موجود تھے؟ میں جب کبھی بھی جنت میں جاتا ہوں تو اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سُنتا ہوں، چنانچہ رات میں جنت میں گیا تو وہاں (پھر) اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ حضرت بلال نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے کبھی اذان نہیں دی ہے مگر یہ کہ اس سے پہلے دو رکعت نفل پڑھے ہیں، اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرا وضو ٹوٹا ہو، اور میں نے فوراً وضو نہ کر لیا ہو، اور اس کے بعد دو رکعت نہ پڑھی ہوں، میں نے ان دونوں باتوں کا ہمیشہ ہی اہتمام کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، انہی دو وجوہات کی بِنا پر تمہارے ساتھ یہ معاملہ ہوا (ترمذی)

حضرت بریدہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ نے

حضرت عبدالرحمٰن بن ساعدہؓ سے فرمایا، اگر جب، اللہ تجھے جنت میں لے جائے گا تو تجھے ایسا گھوڑا سواری کے لئے دیا جائے گا، جو سرخ یاقوت کا ہوگا، تو اس پر سوار ہو کر جہاں چاہے گا جنت میں جا سکے گا (مسند احمد، ترمذی)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس انصار کے بڑے اچھے مقرر تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، تو ثابت نے اپنے آپ کو گھر میں قید کر لیا۔ اور حضورؐ کی مجلس میں بھی جانا آنا بند کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا ثابت کو کیا ہو گیا ہے، کیا وہ بیمار ہے؟ حضرت سعد یہ سُن کر حضرت ثابت کے پاس آئے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ذکر کیا، حضرت ثابت نے جواب دیا، یہ آیت (یایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی) نازل ہوئی ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تم سب سے زیادہ بلند آواز میں بات کرتا تھا، تو میں تو دوزخی ہو گیا، حضرت سعد نے یہ واقعہ حضورؐ سے آ کر عرض کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، نہیں بلکہ وہ تو جنت والوں میں سے ہے (مسلم)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ثابت! کیا تم یہ پسند نہ کرو گے کہ لائق ستائش زندگی گزارو، شہادت کی موت مرو، اور جنت میں داخل ہو جاؤ (طبقات ابن سعد عن محمد بن ثابت بن قیس)

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد منقول ہے کہ میں نے جنت میں ابوجہل کی طرف منسوب انگور کا ایک خوشہ دیکھا، جب عکرمہ اسلام لے آئے تو میں سمجھ گیا کہ مراد وہی ہیں، (یعنی عکرمہ جنت میں ہوں گے، مگر ظاہر ہے کہ وہ بیٹے ابوجہل کے ہیں۔ اور بہر حال بیٹا منسوب تو باپ کی طرف ہی ہوتا ہے، اس لئے جنت کا وہ انگور بھی عکرمہ بن ابی جہل

کے نام ہوگا)

ایک حدیث میں حضرت عثمان بیان کرتے ہیں کہ میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطحا میں ملاقات ہوئی، تو آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور میں آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا، ہمارا گزر حضرت عمار بن یاسر اور ان کی والدہ کے پاس سے ہوا، اس وقت اہل مکہ ان کے اسلام قبول کرنے پر انھیں سخت اذیتیں دے رہے تھے، آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا اے آل یاسر! صبر سے کام لو، بلاشبہ تم لوگ جنت میں جاؤ گے (ابن عساکر)

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے فرمایا، اے آل یاسر اور اے آل عمار تم لوگ جنت کی بشارت لو، بلاشبہ اللہ نے تم سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے (مستدرک حاکم، ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر ایک صحابی حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے تنہا ساری رات پہرے داری کی، اور اس کے لئے بیشتر رات گھوڑے کی پیٹھ پر گزار دی، صبح ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بشارت سنائی کہ تمہارے لئے جنت لازم ہوگئی ہے، آج کے بعد اگر تم کوئی نیکی نہ بھی کرو تب بھی جنت ہی میں جاؤ گے (الاصابہ عن سہل بن حنظلیہ)

ایک حدیث میں حصین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اکثر پوچھا کرتے تھے کہ بتاؤ وہ کون شخص ہے جو جنت میں چلا گیا، حالانکہ اس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی، جب لوگ نہیں بتا پاتے، تو آپ خود فرماتے کہ وہ شخص اصیرم بن اشہل ہیں، حصین (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے لبید بن محمود سے پوچھا یہ حضرت اصیرم کا قصہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اپنی قوم والوں کی طرح اسلام کے سخت دشمن تھے۔ جب غزوہ احد کا دن آیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے نکلے تو اللہ تعالےٰ نے اس وقت ان پر اسلام کی حقانیت کھول دی، چنانچہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور

اسلام قبول کر لیا اس کے بعد وہ معرکہ جہاد کی طرف مڑے اور بڑی بہادری سے لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے، لوگوں نے حضورؐ کو ان کے شہید ہونے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا، بلاشبہ وہ اہل جنت میں سے ہے (ابن اسحاق، ابونعیم)

ایک حدیث میں حضرت حارثہ بن نعمان انصاری کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین کے کہنے پر بشارت سنائی تھی کہ تم اور تمہاری اولاد جنت میں جاؤ گے (طبرانی، ابونعیم، عن ابن عباسؓ)

ایک حدیث میں حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو حکم دیا کہ درخت پر چڑھو اور پھل توڑ کر لاؤ۔ جب وہ درخت پر چڑھنے لگے اور لوگوں کی نظر ان کی تپلی تپلی پنڈلیوں پر پڑی، تو وہ ہنس پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہنس کیوں رہے ہو، ابن مسعودؓ کی ایک ٹانگ بھی قیامت کے دن ترازو میں احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوگی (ابن خزیمہ، طبرانی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے، اللہ کے بندوں میں ایک اچھا بندہ اور جنت کا ایک آدمی عویمر بن ساعدہ ہے (فردوس دیلمی عن جابر)

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا، قیامت کے دن میری شفاعت کے معاملہ میں سب سے زیادہ خوش نصیب عباس بن عبد المطلب ہوں گے (ابن عساکر عن عمر)

ایک مرسل حدیث میں ہے کہ ابوسفیان بن حارث اہل جنت میں نوجوانوں کے سردار ہوں گے (ابن سعد، مستدرک عن عروۃ مرسلا)

ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سفینہ کو جہنم سے نجات کی بشارت سنا دو (کنز العمال عن سفینہ)

ایک حدیث میں حضرت زرعہ خدا بزنؓ کے بارے میں ارشاد ہے کہ تم قبیلہ حمیر میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہو، اور تم نے بہت سے مشرکین کو قتل کیا

ہے، سو تم خیر کی بشارت لو، اور خیر یعنی اچھے انجام، کی امید رکھو (طبقات ابن سعد عن شهاب بن عبد اللہ خولانی)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے رافع بن خدیج سے جب کہ وہ زخمی حالت میں تھے فرمایا۔ اے رافع! میں تمہارے لئے قیامت کے دن گواہی دوں گا کہ تم اللہ کے راستے میں شہید ہوتے ہو۔ (مسند احمد، طبرانی عن رافع بن خدیج)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے فتح مکہ کے موقع پر واقعہ کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا کہ وہ منافق ہیں اور جہنم میں جائیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم جھوٹ بولتے ہو، حاطب ہرگز جہنم میں نہ جاتے گا، وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے (مسلم ترمذی، نسائی عن جابر)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن حمزہ تمام شہیدوں کے سردار ہوں گے (مستدرک حاکم عن جابر)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ عمار بن یاسرؓ کا خون اور گوشت جہنم کی آگ پر حرام ہے وہ نہ اسے کھاتے گی اور نہ چھوتے گی، (ابن عساکر عن علی)

مذکورہ احادیث کے علاوہ اور بہت سی احادیث بھی ہیں، جن میں سے اہل بدر اور اہل حدیبیہ کے سلسلہ میں احادیث باب اوّل میں گزر چکی ہیں، اور کچھ دیگر حدیثیں حدیث نمبر ۱۴ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہیں۔

صحابی قیامت کے روز مسلمانوں کا قائد

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین اس دنیا ہی میں مسلمانوں کے قائد اور رہنما نہیں، بلکہ مرنے کے بعد بھی جو جو صحابی جس جس جگہ وفات پائے گا، قیامت کے دن وہ اس جگہ مدفون تمام مسلمانوں کا قائد اور رہبر بنا کر اٹھایا جائے گا۔

(۲۰) عن بریدۃ رضی اللہ عنہ قال   حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد من اصحابی یموت بارض الا بعث لھم نورا وقائدا یوم القیامۃ۔ (ترمذی)

وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو کوئی بھی میرے صحابہ میں سے کسی خطۂ زمین میں وفات پائے گا وہ قیامت کے دن وہاں کے مسلمان باشندوں کا قائد اور مشعل بنا کر قبر سے اٹھایا جائے گا۔

(ف) ایک حدیث میں آتا ہے کہ میرے صحابہ میں سے جو شخص بھی کسی خطۂ زمین پر وفات پائے گا، وہ اس خطہ کے لوگوں کے لئے قیامت کے دن شفاعت کرے گا (ابن عساکر عن بریدہ)

ایک اور حدیث میں آتا ہے میرے صحابہ میں سے جو شخص بھی کسی شہر میں وفات پائے گا۔ وہ قیامت کے دن اس شہر والوں کے لئے امان کا سبب بنے گا۔

(ابن عساکر عن بریدہ)

یاد رہے کہ ان احادیث میں مراد مسلمانوں کی شفاعت اور امان ہے ورنہ کفار و مشرکین کی سفارش تو انبیاء کرام بھی نہیں کریں گے۔

صحابہ اہل دنیا کے لئے امن کا سبب ہیں

اس زمین پر حضرات صحابہ کرام کا وجود اہل زمین کے لئے فتنوں اور مصائب سے امن کا سبب ہے۔

(۲۱) عن ابی بردہ رضی اللہ عنہ قال رفع یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأسہ الی السماء فقال النجوم امنۃ للسماء فاذا ذھبت النجوم اتی السماء ما توعد وانا امنۃ

حضرت ابو بردہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ کی عادت مبارکہ کثرت سے آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی، پھر آپ نے فرمایا ستارے آسمان کے لئے امن کا سبب ہیں، جب ستارے جاتے رہیں گے (اور ٹوٹ پھوٹ جائیں گے)، تو وہ چیز آجائے

لاصحابی فاذا ذھبت انا اتی اصحابی ما یوعدون واصحابی امنة لامتی فاذا ذھب اصحابی اتی مایوعدون (مسلم)

گی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت) اسی طرح میں اپنے اصحاب کیلئے امن کا سبب ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر وہ چیز آجائیگی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی فتنے اور اختلافات) اور میرے اصحاب میری بقیہ امت کیلئے امن کا سبب ہیں جب وہ جاتے رہیں گے تو میری امت پر وہ چیز آجاتے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی اہل خیر کا جاتے رہنا اور اہل شر کا آجانا اور بدعات، فتن اور قیامت کا آنا)

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نفوس قدسیہ کا وجود اس دنیا میں اہل دنیا کے لئے باعث خیر و برکت تھا، اور یہ کہ صحابہ کے چلے جانے کے بعد امت اس عظیم الشان نورانیت اور برکت سے محروم ہو گئی جو اسے حاصل تھی، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں صحابہ اپنے معاملات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع فرماتے تھے اور حضور کے پردہ فرمانے کے بعد لوگ صحابہ سے رجوع فرماتے تھے۔ مگر صحابہ کرام کے بعد بدعات، شرور و فتن اور اختلافات وغیرہ پھیل گئے۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں صحابہ کرام کے جانے کے بعد نور جاتا رہا اور ظلمت و اندھیرا چھا گیا، جس طرح ستاروں (اور چاند) کے چلے جانے سے اندھیرا ہو جاتا ہے، یہ روشنی ہی ہے جو دافع حشرات الارض اور ہر قسم کے امن و امان کا ذریعہ ہے، جتنی اس میں کمی ہو گی، اسی قدر ظلمت پیدا ہو کر چوروں، ڈاکوؤں اور سانپ بچھو، کیڑے مکوڑوں کو دلیر بنا کر چار طرف سے حملہ کراتے گی، اور جب عام اہل اللہ کا وجود مخلوق کے لئے باعث امن و فلاح ہے، تو کیا پوچھنا صحابہ کا کہ ہزار اقطاب و ابدال ایک طرف اور ایک وجود با جود صحابی کا ایک طرف (درر فرائد)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم لوگ اس وقت تک خیر سے رہو گے، جب تک تم میں کوئی بھی ایسا شخص موجود ہے جس نے مجھے دیکھا اور میری صحبت اٹھائی ہے۔ اور بخدا تم لوگ اسی وقت تک خیر سے رہو گے، جب تک تم میں کوئی بھی ایسا شخص موجود ہوگا جس نے مجھے دیکھا اور میری صحبت اٹھائی ہے اور بخدا تم اس وقت تک ہی خیر سے رہو گے، جب تک تم میں کوئی بھی ایسا شخص موجود ہوگا جس نے مجھے دیکھا اور میری صحبت اٹھائی ہے (طبرانی، عن واثلہ)

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا وجود امت کے لئے ایسا ہی باعث برکت ہے، جس طرح کھانے میں نمک کا وجود، کہ بغیر نمک کے کھانے میں کوئی لذت نہیں، اور نہ ہی وہ اس وقت تک ٹھیک پک سکتا ہے، جب تک اس میں نمک نہ ڈالا جائے۔ چنانچہ حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے صحابہ کی مثال میری امت میں ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک۔ کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہوتا (ابن المبارک، عن انس)

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ عنقریب تم دوسرے لوگوں میں ایسے ہو جاؤ گے، جیسے کھانے میں نمک کہ کھانا بغیر نمک کے ٹھیک نہیں ہوتا (طبرانی عن سمرۃ بن جندب)

اسی وجہ سے ایک حدیث میں آتا ہے کہ عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اگر یہ معلوم ہو جاتے کہ میرا کوئی صحابی دور سمندروں کے پار کہیں حیات ہے تو لوگ اس کی تلاش میں بھی نکلیں گے مگر وہ اسے نہیں پائیں گے (مسند ابو عوانہ، فردوس دیلمی عن جابر)

نیز اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی قدر بڑھاتے ہوئے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ لوگ بڑھتے چلے جائیں گے اور میرے صحابہ کم ہوتے چلے جائیں گے۔ اس لئے تم میرے صحابہ کو برا نہ کہا کرو، جو کوئی بھی ان کو برا کہتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے (خطیب بغدادی عن جابر)

بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی نورانی صحبت کی برکت سے تابعین اور تابعین کی صحبت کی برکت سے تبع تابعین کا وجود بھی امت کے لئے باعث خیر و برکت بن جائے گا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ میری امت اس وقت تک خیر سے رہے گی جب تک اس میں کوئی بھی ایسا شخص موجود ہے جس نے مجھے دیکھا ہے یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا ہے یا میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا ہے (خطیب عن انس)

صحابی کی برکت سے جنگ میں فتح

روحانی اعتبار سے تو صحابہ کرام کا وجود باعث خیر و برکت ہے ہی، مادی اعتبار سے بھی ہے

(۲۲) عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علی الناس زمان یخرج الجیش فیطلب الرجل من اصحابی فیقال فیکم رجل من اصحاب محمد؟ فیقولون نعم فیستفتحون بہ فیفتح علیھم ثم یاتی علی الناس زمان فیخرج الجیش فیقال ھل فیکم رجل من اصحاب محمد فیطلبونہ فلم یجدوہ فلو کان رجل من اصحابی وراء البحر لاتوہ۔

(مسند عبد بن حمید)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ مسلمانوں کا لشکر جہاد کے لئے نکلے گا تو اس وقت میرے صحابی کو تلاش کیا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا کہ تم میں کوئی حضور کا صحابی بھی ہے تو لوگ کہیں گے ہاں، پھر سب مسلمان اس کے وجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے فتح کے طلب گار ہوں گے اور فتح پالیں گے، پھر اس کے بعد لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسلمانوں کا لشکر جہاد کے لئے جائے گا اور پھر اعلان کیا جائے گا کہ تم میں کوئی حضور کا صحابی بھی ہے؟ تو لوگ صحابی کو تلاش کریں گے اور اگر میرا کوئی صحابی سمندر پار بھی حیات ہو گا تو وہ اسے ڈھونڈ لائیں گے۔

(ف) بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح صحابی کے وجود کی برکت سے مسلمان فتح یاب ہوں گے، اسی طرح تابعی یا تبع تابعی کی برکت سے بھی مسلمان فتح یاب ہو جائیں گے۔ اور اللہ کی نصرت اور آسمانی فرشتوں کی مدد ان کے ساتھ رہے گی،

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلامی لشکر جہاد میں جائے گا، تو اعلان کیا جائے گا کہ تم میں کوئی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہو؟ وہ جواب دیں گے ہاں! تو اس صحابی کی برکت سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہو جائے گی، پھر دوسرا زمانہ آئے گا اور مسلمانوں کے لشکر جہاد پر جائیں گے تو اعلان کیا جائے گا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی صحبت نصیب ہوئی ہو؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے، تو ان کو تابعی کی برکت سے فتح نصیب ہو جائے گی، پھر تیسرا زمانہ آئے گا اور مسلمانوں کا لشکر جہاد پر جائے گا تو اعلان کیا جائے گا کہ تم میں کوئی ہے جس کو صحابہ کے اصحاب کی صحبت نصیب ہوئی ہو؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہاں ہے، تو ان کو تبع تابعی کی برکت سے فتح نصیب ہو جائے گی۔ اور ایک روایت میں اتنا مزید اضافہ ہے کہ پھر چوتھا لشکر روانہ ہوگا اور کہا جائے گا کہ دیکھو ان میں کوئی ہے جس نے دیکھا ہو کسی (تبع تابعی) کو کہ جس نے دیکھا تھا کسی (تابعی) کو جس نے دیکھا تھا صحابہ میں سے کسی کو، پس وہ تبع تابعی پایا جائے گا اور اس کی برکت سے ان کو فتح نصیب ہو جائے گی (بخاری، مسلم، ترمذی)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ میری امت اپنے دشمنوں پر ہمیشہ فتح یاب ہوگی، جب تک میرا ایک صحابی بھی ان میں موجود رہے گا، پھر اس کے بعد وہ مسلسل فتح یاب ہوتے رہیں گے جب تک ان میں کوئی ایک بھی ایسا شخص موجود رہے گا، جس نے میرے صحابی کو دیکھا ہو، پھر اس کے بعد بھی وہ اپنے دشمنوں پر فتح یاب ہی ہوتے رہیں گے جب تک ان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا موجود ہوگا جس نے میرے صحابی کے دیکھنے والے

کو دیکھا ہو گا (کنز العمال عن ابی سعیدؓ)

اب تک جتنے بھی فضائل ذکر کئے گئے، اکثر و بیشتر وہی ہیں جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں مشترک ہیں، بعض فضائل ایسے بھی ہیں جو انفرادی طور پر کسی ایک صحابی کے لئے بیان ہوتے ہیں، مگر وہ اتنے عظیم ہیں کہ ان سے مجموعی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو اللہ کے ہاں کیا کیا مقام حاصل ہے۔

صحابی کی روح کے استقبال میں عرش الٰہی کا جھوم اٹھنا

(۲۳) عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد اھتز العرش لموت سعد بن معاذ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کہ عرش الٰہی سعد بن معاذ کی موت پر جھوم اٹھا

(ف) کسی صحابی کی روح کے استقبال میں عرش الٰہی کا خوشی میں جھوم اٹھنا اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ اس صحابی کو اللہ کے ہاں کیا مقام حاصل ہے۔

صحابی کے جنازے کو فرشتوں کا کندھا دینا

(۲۴) عن قتادۃ قال لما حملت جنازۃ سعد بن معاذ قال المنافقون ما اخف جنازتہ وذلك لحکمہ فی قریظۃ فبلغ ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان الملائکۃ تحملہ (ترمذی)

حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھا تو منافقین کہنے لگے ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے اور درحقیقت یہ اس فیصلے کی پاداش میں ہے جو انہوں نے بنو قریظہ کے سلسلے میں دیا تھا جب یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ان کا جنازہ بظاہر اس لئے ہلکا معلوم ہو رہا ہے کہ فرشتوں

نے اس کو اٹھایا ہوا ہے۔

صحابی کو قرآن سنانے کا اللہ کی طرف سے حکم ہونا

(۲۵) عن انس رضی اللہ عنہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بن کعب ان اللہ امرنی ان اقرئك القرآن قال اللہ سمانی لك قال نعم قال وقد ذکرت عند رب العالمین قال نعم فذرفت عیناہ۔
(صحیح بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لے کر فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا، کیا مجھے رب العالمین کی محفل میں یاد کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا، ہاں، یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رونے لگے۔

(ف) اس حدیث میں حضرت ابی بن کعب کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ اتنی بڑی ہے کہ اس پر خود انھیں یقین نہیں آرہا تھا، اس لئے انھوں نے حضور سے بار بار پوچھا تھا۔ اور جب پوری وضاحت سے بات سامنے آگئی تو وہ مارے خوشی کے رونے لگے۔

اللہ کا صحابی کی قسم کو پورا کرنا

(۲۶) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم من اشعث ذی طمرین لایوبہ لہ لواقسم

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ کتنے ہی بکھرے ہوئے بال والے غبار آلود، بوسیدہ کپڑے پہننے والے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم دیں تو اللہ اسے ضرور

علی اللہ لابرہ منہم البراء بن مالك (سنن ترمذی)

پورا کردے، ان میں سے ایک براء بن مالک بھی ہیں،

(ف) اللہ تعالے کا کسی شخص کی قسم کا خیال رکھنا اور اس کی بات کا پاس کر لینا، اس شخص کے اللہ کے ہاں عظیم المرتبت ہونے کی دلیل ہے۔

فرشتوں کا صحابی کو غسل دینا

(۲۷) عن خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی رائیت الملائکۃ تغسل حنظلۃ بن عامر بین السماء والارض بماء المزن فی صحاف الفضۃ۔ (ابن سعد)

حضرت خزیمہ بن ثابت حضور اقدس کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بلاشبہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حنظلہ بن عامر کو زمین اور آسمان کے درمیان نہلا رہے ہیں، ان کے غسل کے لئے بادلوں کا سنھرا پانی ہے جو چاندی کے طشت میں رکھا ہوا ہے،

(ف) ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی فرشتوں نے غسل دیا تھا (طبرانی، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

صحابی کا اللہ کی تلوار بن کر کفار پر لوٹ پڑنا

(۲۸) عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ سلّہ اللہ علی المشرکین۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جو اس نے مشرکین کی ہلاکت کے لئے نکال رکھی ہے۔

فرشتے کا صحابی کو سلام کہلوانا

کتنے ایک ایسے خوش نصیب صحابہ ہیں جنھیں جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے سلام پہنچوایا ہے۔ ان میں سے صرف چند صحابہ کے بارے میں احادیث یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

(۲۹) عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبریل فقال اقرأ عمر السلام واعلمہ ان غضبہ عز و رضاہ عدل۔

حضرت انسؓ حضورؐ کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ عمر سے سلام عرض کر دیجئے اور انھیں بتا دیجئے کہ ان کا غصہ (دین کے لئے) عزت ہے اور ان کا راضی رہنا عین عدل ہے۔

(ابو نعیم)

(ف) حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ سے ارشاد فرمایا۔ اے طلحہ! یہ جبریل آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں، میں قیامت کی ہولناکیوں میں آپ کے ساتھ ہی ہوں گا۔ یہاں تک کہ آپ کو ان سے نجات دلا دوں (ابن عساکر)

حضرت عمرؓ ہی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے اور زبیرؓ پاس بیٹھے آپ سے مکھیاں وغیرہ ہٹا رہے تھے، جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ نے زبیر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے ابو عبداللہ! یہ جبریل آپ کو سلام کہہ رہے ہیں کہ میں قیامت کے دن آپ کے ساتھ ہی ہوں گا، یہاں تک کہ آپ کو جہنم کی تپش اور چنگاریوں سے بچالوں۔

(ابن عساکر)

شیطان کا صحابی سے بھاگنا

(۳۰) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لانظر الی شیاطین الجن والانس قد فروا من عمر

حضرت عائشہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں، کہ بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ شیاطین جن و انس عمر کو دیکھ کر بھاگ رہے ہیں۔

(ترمذی)

(ف) ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابن خطاب! اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، شیطان تم سے جس راستہ سے بھی ٹکراتا ہے، فوراً وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آسمان میں کوئی فرشتہ ایسا نہیں ہے جو عمر کی عزت نہ کرتا ہو اور زمین میں کوئی شیطان ایسا نہیں ہے جو عمر سے نہ ڈرتا ہو (ابن عدی)

دو صحابہ کی رہنمائی کے لئے اندھیری رات میں روشنی ہونا

(۳۱) عن انس بن مالک رضؓ ان رجلین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرجا من عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ مظلمۃ ومعہما مثل

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو آدمی گھپ اندھیری رات میں آپ کی مجلس سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کے لئے نکلے تو یکایک ان کے سامنے دو چراغوں کی طرح مشعلیں روشن ہو گئیں (اور ان کی

المصباحين بضيئان بين ایدیھما، فلما افترقا صار مع کل واحد منھما احد حتی اتی اھلہ۔ (بخاری)

رہنمائی کرنے لگیں، پس آگے جا کر جب دونوں کے راستے الگ الگ ہوتے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہو گیا۔

(ف) بخاری ہی کی ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو صحابہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

جب کوئی شخص اپنی پوری زندگی میں اللہ تعالےٰ کے احکامات سامنے رکھ کر چلتا ہے اور زندگی کے کسی معاملہ میں بھی اپنی مرضی نہیں چلاتا، بلکہ اللہ کی رضا کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے تو اس کو فنائیت کا وہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ اللہ رب العزت بسا اوقات اس کائنات عنصری کو اس کی مرضی کے تابع کر دیتے ہیں، جسے انبیاء میں معجزہ اور غیر انبیاء میں کرامت کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام کی کرامتیں بے حد و حساب ہیں، اگر ان سب کو اکٹھا کیا جائے تو مستقل ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ ذیل میں نمونے کے لئے اسی سلسلے کے کچھ مزید واقعات لکھے جاتے ہیں۔

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم کئی صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، جب مجلس برخاست ہوئی اور ہم سب اپنے اپنے گھروں کے لئے نکلے تو دیکھا کہ باہر سخت گہری اندھیری رات ہے، یکایک میری انگلیاں مشعل کی طرح روشن ہو گئیں اور تمام ساتھی ان کی روشنی سے رہنمائی لینے لگے (طبرانی، بیہقی)

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو مرض الموت میں انھوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو بلایا اور ترکہ کے معاملہ میں سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم دو بھائی اور دو بہنیں ہو، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہ سن کر مجھے تعجب ہوا، اس لئے

کہ ہم تو دو بھائی اور ایک بہن تھے۔ میرے تعجب کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا، میری اہلیہ بنت خارجہ کو جو حمل ہے میرے خیال میں وہ لڑکی ہی کا ہے۔ چنانچہ لڑکی ہی پیدا ہوئی (موطا امام مالک)

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادوں کو رومیوں نے ایک جنگ میں قیدی بنا لیا، اور انھیں اپنے ساتھ روم لے گئے۔ جب نماز کا وقت آتا تھا تو حضرت ابو قرصافہ عسقلان (مصر) میں چھت پر چڑھتے اور اپنے صاحبزادوں کے نام لے لے کر انھیں نماز کے وقت سے آگاہ کرتے، تاکہ وہ نماز پڑھ لیں، اور اگر سوتے ہوتے ہوں تو بیدار ہو کر نماز کی تیاری کر لیں۔ چنانچہ وہ دونوں روم میں اپنے والد کی آواز سنا کرتے تھے (مجمع الزوائد، طبرانی)

حضرت عاصم بن ابی افلح رضی اللہ عنہ کی تمنا تھی کہ ان کی وفات کے بعد اللہ ان کے بدن کو مشرکین کے بے حرمتی کرنے سے محفوظ رکھے، چنانچہ جب وہ شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نعش کی حفاظت کے لئے بھڑوں کو بھیج دیا، اور وہ بھڑیں ان کی نعش کے گرد بادل کی طرح چھا گئیں۔ اس طرح کسی مشرک کی جرأت نہیں ہوئی کہ بڑھ کر ان کی نعش کی بے حرمتی کر سکے (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جہاد میں مسلمانوں کے سردار حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے خشک بے آب و گیاہ صحرا میں پانی کے لئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً بارش نازل فرما دی۔ اسی طرح دوران جہاد میں ایک مرتبہ دریا آڑے آیا تو انھوں نے دعا کی اور ہم سب دریا پر اسی طرح چلتے ہوئے پار ہو گئے جس طرح خشکی پر چلا جاتا ہے اور ہم میں سے کسی کے پیر بھیگے تک نہیں (طبرانی)

اسی طرح حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر جس میں حضرات صحابہ کرام بھی شامل تھے، جب پیش قدمی کرتا ہوا دریائے دجلہ تک پہنچا تو انھوں نے دریا

کو اسی طرح چل کر پار کر لیا، جس طرح خشکی پر چلا جاتا ہے۔ ایرانی یہ دیکھ کر کہنے لگے۔ دیوانہ ہا آمدند۔ یعنی دیوانے آرہے ہیں، دیوانے آرہے ہیں۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے (بیہقی، تاریخ ابن جریر، ابونعیم)

ایک صحابی اپنے گھر آئے تاکہ کھانا کھائیں، گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ یہ باہر نکلے تاکہ کچھ بندوبست کریں، ان کی اہلیہ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو کھڑی ہوئیں اور آٹا پیسنے کی چکی اٹھائی اور تنور کے پاس رکھ دی اور اسے گھما کر دعا کرنے لگیں کہ "اللھم ارزقنا" اے اللہ آپ ہمیں رزق عطا فرمائیے۔ اب جو دیکھتی ہیں تو چکی میں گندم بھرے ہوتے ہیں، اور آٹا پس پس کر نکل رہا ہے۔ دوسری طرف تنور کو دیکھا، تو اس میں بھی روٹیاں پک کر تیار تھیں، (چنانچہ دونوں میاں بیوی نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا، اس کے بعد ان دونوں کو تجسس ہوا کہ دیکھیں کہ آٹا کہاں سے آرہا ہے، تو انھوں نے چکی کے پاٹ علیحدہ علیحدہ کئے تو آٹا پسنا یکدم بند ہوگیا۔ انھوں نے یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم چکی کے پاٹ نہ اٹھاتے تو قیامت تک آٹا نکلتا رہتا (بزار، طبرانی)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو ہمارا امیر بنایا۔ ہماری ذمہ داری یہ تھی کہ قریش کے ایک قافلہ کا کھوج لگائیں۔ حضورؐ نے ہمارے کھانے کے لئے ایک بڑے تھیلے میں کھجوریں بھر دی تھیں، ہمارے پاس کھانے کے لئے ان کھجوروں کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں ایک ایک کھجور فی آدمی دیا کرتے تھے ہم اس ایک کھجور کو کھا لیتے اور اس پر پانی پی لیتے تو یہ غذا ہمارے لئے رات تک کافی ہوتی تھی۔ اور بعض اوقات ہم درختوں کے پتے توڑ کر انھیں ابال کر بھی کھا لیتے تھے۔

اسی سریہ میں جب ہم سمندر کے کنارے تھے تو سمندر نے ایک بڑی ساری مچھلی جسے عنبر کہتے ہیں، ہمارے سامنے ساحل پر لا پھینکی۔ ہم نے اس مچھلی سے اٹھارہ دن تک

پیٹ بھر کر کھانا کھایا، وہ اتنی بڑی تھی کہ حضرت ابو عبیدہ نے اس کی پیمائش کے لئے تیرہ آدمیوں کو اس کی ایک آنکھ میں بٹھا کر دیکھا تو وہ سب سما گئے۔ پھر اس کی پسلیوں کی پیمائش کی گئی تو سب سے اونچے اونٹ پر سب سے لمبے آدمی کو بٹھایا گیا، مگر پھر بھی یہ دونوں جب اس کے نیچے سے گذرے تو سوار کا سر پسلی سے نہ ٹکرایا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو سفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جب حیرہ میں بنی مرازبہ کے سردار سے گفت و شنید کرنے لگے، تو انھوں نے خالد کی میزبانی کے لئے شربت پیش کیا۔ ساتھ جانے والے مسلمانوں نے کہا۔ احتیاط کیجئے اس میں انھوں نے زہر ملایا ہے۔ حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ یہ کہہ کر شربت اٹھایا اور بسم اللہ کہہ کر پی گئے اور انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا (مسند ابی یعلی، طبرانی)

اسی طرح حضرت خثیمہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس شراب کا مٹکا لایا گیا، تو آپ نے دعا کی کہ اللہ اس شراب کو شہد سے بدل دیجئے، چنانچہ وہ شراب شہد میں بدل گئی (ابن ابی الدنیا)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت عثمان کی شہادت ہوئی، اس دن آپ روزے سے تھے اور آپ نے صبح اٹھ کر فرمایا تھا کہ میں نے رات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، آپ مجھ سے فرما رہے تھے کہ عثمان روزہ ہمارے ساتھ کھولنا۔ چنانچہ اسی دن آپ شہید ہو گئے (مستدرک حاکم)

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر سے مٹی اٹھائی تو اس سے مُشک کی خوشبو آرہی تھی، یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے خوشی کا اظہار ہونے لگا، اور آپ نے فرمایا، سبحان اللہ، سبحان اللہ (کنز العمال)

حضرت سفینہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں بھٹک گیا، تو ایک شیر

آنکلا، وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا، میں نے اس سے کہا اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں، شیر نے گردن جھکا دی، میں اس پہ بیٹھ گیا، وہ مجھے لے کر جنگل سے نکل آیا، اور میرے راستے تک مجھے پہنچا دیا (کنز العمال)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جہاد کے لئے ایک لشکر بھیجا جس کا امیر آپ نے ساریہ نام کے ایک شخص کو بنایا۔ ایک دن آپ مدینہ میں منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے کہ یکایک آپ نے فرمایا۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ کا خطبہ حسب سابق چلتا رہا۔ جب وہ لشکر فتح یاب ہو کر مدینہ منورہ واپس آیا تو اہلِ لشکر سے حضرت عمر نے جنگ کا حال پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین ہم دشمن سے برسرپیکار تھے۔ دشمن مسلسل ہم پر غالب تھا یکایک ایک آواز سنائی دی کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم سب پہاڑ کی طرف سمٹ آئے اور اس طرح اس چال سے اللہ رب العزت نے دشمنوں کو شکست دلوا دی (بیہقی۔ الاصابہ)

دریائے نیل کے بارے میں اہلِ مصر کا اعتقاد تھا کہ جب تک اسے نوجوان لڑکی کی قربانی نہ دی جائے، اس میں پانی ضرورت کے مطابق نہیں چڑھتا، حضرت عمر فاروق کے عہد میں بھی ایسا ہی ہوا، نیل میں پانی کم تھا، لوگوں نے حسب سابق بھینٹ چڑھانے کا بندوبست کیا، گورنر مصر نے حضرت عمر کو سارا قصہ لکھ بھیجا، آپ نے دریائے نیل کے نام ایک چھٹی لکھی کہ اے نیل، اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو بہتا رہ۔ اور اگر تو اللہ کا حکم نہیں مانتا تو ہمیں تیری کوئی پرواہ نہیں، یہ چھٹی نیل میں ڈال دی گئی۔ اس کے بعد پھر کبھی دریائے نیل میں پانی کی قلت کی شکایت نہیں ہوئی۔

حضرت اسید بن حضیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو میں نماز میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا، قریب ہی میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ یکایک گھوڑے نے اچھلنا شروع

کر دیا، میں سہم کر خاموش ہو گیا، تو گھوڑا بھی پر سکون ہو گیا، پھر جب میں نے دوبارہ تلاوت شروع کی تو گھوڑے نے پھر اچھل کود شروع کر دی، میں پھر خاموش ہو گیا تو گھوڑا بھی پر سکون ہو گیا۔ پھر جب سہ بارہ تلاوت شروع کی تو گھوڑے سے نے پھر اچھلنا شروع کر دیا میرا بیٹا یحییٰ میرے پاس ہی لیٹا تھا، میں ڈر گیا کہ کہیں گھوڑے کی اچھل کود میں وہ زخمی نہ ہو جائے، لہٰذا میں نے تلاوت بند کر دی، تو گھوڑا بھی سکون سے ہو گیا۔ اب جو آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو بدلی سی چھائی ہوئی ہے اور اس میں چراغوں کی طرح روشنیاں بکھری ہوئی ہیں، حتیٰ کہ وہ روشنیاں آسمان کی طرف چڑھتے چڑھتے غائب ہو گئیں صبح جب میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کا قصہ سنایا، تو آپ نے فرمایا ابن حضیر جانتے ہو وہ کیا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا۔ وہ فرشتے تھے، جو تمہاری آواز سننے کے لئے قریب آئے تھے۔ اگر تم صبح تک تلاوت کرتے رہتے تو تمام لوگ ان کو دیکھ لیتے اور فرشتے ان سے پوشیدہ نہ رہتے۔

(بخاری، النسائی، مسند احمد، مستدرک حاکم)

جب حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے مکہ میں قید کر رکھا تھا تو ان کے پاس بند کمرے میں کھانے کے لئے انگور موجود ہوتے تھے، حالانکہ پورے مکہ میں اس وقت انگوروں کا کوئی وجود نہیں ہوتا تھا (بخاری عن ابی ہریرہؓ)

حضرت عامر بن فہیرہؓ جب شہید ہوئے، تو کفار نے ان کے جسم کو تلاش کرنا شروع کیا، مگر وہ کہیں نہیں ملا۔ حضرت عامر بن طفیل بیان کرتے ہیں، جب وہ قتل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ان کی لاش کو اوپر آسمان کی طرف اٹھایا جا رہا ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا، اہل قلعہ نے مطالبہ رکھا کہ اگر خالد زہر کا پیالہ پی لیں تو ہم اسلام قبول کر لیں گے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر کا پیالہ پی لیا اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

حضرت براء بن مالکؓ کے بارے میں پیچھے گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر وہ اللہ کی قسم دیں تو اللہ اسے ضرور پورا کر دیں، چنانچہ مسلمان جب جہاد پر نکلتے اور لڑائی اپنی شدت پر پہنچتی تو لوگ ان سے عرض کرتے کہ آپ اللہ کو ہمیں فتح یاب کرنے کی قسم دیجئے، تو آپ یہ دعا کیا کرتے کہ اے میرے رب آپ کو قسم ہے کہ جب ہم دشمنوں سے لڑ چکے ہیں تو آپ اب ان کو شکست بھی دلوا دیجئے۔ چنانچہ اس دُعا کے بعد مسلمان فتح یاب ہو جاتے۔ چنانچہ قادسیہ کے معرکہ کے دن آپ نے دُعا کی کہ اے میرے رب جب آپ ہماری دشمنوں سے مڈبھیڑ کروائیں تو پہلا وہ شخص جسے شہادت کا شرف حاصل ہو مجھے بنائیے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کو مشرکین نے اسلام قبول کرنے پر سخت اذیتیں پہنچائیں، مگر انھوں نے اسلام نہیں چھوڑا، حتیٰ کہ ان ظالموں نے عذاب دے دے کر ان کو اندھا کر دیا، جب وہ اندھی ہو گئیں تو مشرکین کہنے لگے، اس کی بینائی کو لات اور عزیٰ نے چھین لیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا، نہیں، خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں دوبارہ روشنی پیدا فرما دی (الاصابہ)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جب ہجرت کر کے مکہ سے نکلیں، تو ان کے پاس نہ کھانے کو کچھ تھا، نہ پینے کو، دورانِ سفر پیاس کی شدت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریب تھا کہ دم نکل جائے، وہ روزے سے تھیں، جب افطار کا وقت آیا، تو انھوں نے اپنے پاس کوئی سرسراہٹ محسوس کی، سر اٹھا کر دیکھا تو ایک ڈول پانی سے بھرا ہوا فضاء میں معلق نظر آیا، انھوں نے اس میں سے پانی پیا یہاں تک کہ اچھی طرح سیراب ہو گئیں، ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد تمام زندگی میں نے کبھی پیاس محسوس نہیں کی۔

حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے وفد کے ساتھ بادشاہ روم کو اسلام کی دعوت دینے گیا تو ہم نے اس سے کہا۔ لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر ان کلمات کا زبان سے نکلنا تھا کہ پورا کمرہ لرزنے لگا، اور ایک زلزلہ سا آگیا (بیہقی)

یہ تو محض چند نمونے ہیں ورنہ صحابہ کرام کی کرامتیں بے حد و حساب ہیں، جو حضرات تفصیلات چاہتے ہوں، وہ ان کی زندگیوں کے بارے میں لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کریں، اردو زبان میں اس سلسلے میں "حیات الصحابہ" مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت مفید ہے۔



صحابہؓ حضورؐ کی نظر میں

اس باب میں ہم اس امر کا جائزہ لیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر ہر صحابی کے بارے میں انفرادی طور پر کیا فرمایا ہے۔ نیز آپ نے اپنے ہر ہر صحابی میں انفرادی طور پر کیا خصوصیت محسوس کی ہے، بلکہ ایسا اوقات ایسا بھی ہے کہ ایک ہی خصوصیت کئی ایک صحابہ میں مشترک طور پر بیان کی گئی ہے۔ تمام صحابہ کا استقصاء تو ممکن نہیں، نمونے کے لئے چند صحابہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

اسلام میں جو مقام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ کسی صحابی کو نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے بارے میں ارشاد ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں، جس کا احسان ہم پر ہو اور ہم نے نہ اتار دیا ہو، سوائے ابوبکر کے کہ ان کے احسانات ہم پر اتنے ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ رب العزت ہی قیامت میں دیں گے۔ مجھے کسی کے مال سے اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا ابوبکر کے مال سے پہنچا ہے۔ اگر میں انسانوں میں سے کسی کو بھی اپنا خلیل (گہرا دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ مگر تمہارے اس ساتھی کا (یعنی میرا) خلیل تو اللہ ہے (ترمذی عن ابی ہریرہ)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں ابوبکر ہو اس میں کوئی امامت کے لئے پیش قدمی نہ کرے (ترمذی عن عائشہ)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اے ابوبکر تم میرے حوض کوثر کے بھی ساتھی ہو، اور میرے غار کے بھی ساتھی ہو۔

مسلمانوں کے نزدیک حضرت صدیق اکبر کے بعد سب سے افضل صحابی حضرت

عمر فاروقؓ ہیں، جن کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ سورج عمر سے زیادہ کسی اچھے آدمی پر طلوع نہیں ہوا (ترمذی عن جابر)

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے (ترمذی عن عقبہ بن عامر)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حق کو عمر کی زبان کے ساتھ رکھ دیا ہے، سو وہ ہمیشہ حق ہی کہتے ہیں (ابوداؤد عن ابی ذر الغفاری)

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو شیخین کہا جاتا ہے۔ بکثرت احادیث میں ان دونوں حضرات کے ایک ساتھ فضائل بھی آتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ مہاجرین و انصار کے پاس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور عمر کی طرف دیکھتے، یہ دونوں حضرات بھی حضور کی طرف دیکھتے۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر مسکراتے اور حضور بھی ان کو دیکھ کر مسکراتے، یہ برتاؤ ان دونوں حضرات کے ساتھ بالخصوص تھا اور بقیہ تمام صحابہ کے ساتھ بالعموم (ترمذی)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر نبی کو دو دو زیر اہلِ آسمان میں سے دیئے جاتے ہیں اور دو اہلِ زمین میں سے۔ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیل اور میکائیل ہیں، اور زمین والوں میں سے ابوبکر اور عمر (ترمذی عن ابی سعید خدری)

ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لوگو! اب جو آدمی تمہارے سامنے آئے گا وہ جنت والوں میں سے ہے۔ دیکھا تو حضرت ابوبکر آرہے ہیں، پھر آپ نے فرمایا، اب جو آدمی آئے گا، وہ بھی جنت والوں میں سے ہے۔ دیکھا تو حضرت عمر فاروق

آرہے ہیں (ترمذی عن عبداللہ بن مسعود)

ایک اور حدیث میں حضرت عمرو بن العاص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرا ارادہ ہے کہ معاذ بن جبل، سالم، ابی بن کعب اور ابن مسعود کو تبلیغ کے لئے مختلف جماعتوں کے پاس بھیجوں، جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے حواریین کو بھیجا تھا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اس کام کے لئے آپ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کو کیوں نہیں بھیجتے کہ وہ دونوں زیادہ اہل ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے ان دونوں سے استغنا نہیں ہو سکتا، (ہر لمحہ ان کی ضرورت پڑتی رہتی ہے) کیونکہ یہ دین کے لئے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں (طبرانی)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں تمہارے درمیان کتنے دن اور رہوں گا، لہٰذا دیکھ رہا ہوں کہ) میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا اور اشارہ فرمایا حضرات ابو بکرؓ اور عمرؓ کی طرف، اور عمارؓ کے طریق پر چلنا، اور عبداللہ بن مسعود تم سے جو حدیث بیان کرے اسے سچ سمجھنا (ابوداؤد، ترمذی عن حذیفہ بن یمان)

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ میں سے ایک آپ کی دائیں طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کا ھاتھ تھامے ہوئے تھے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن ہم تینوں اسی طرح اٹھائے جائیں گے (ترمذی عن عبداللہ بن عمر)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز قبر سے اٹھنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا، پھر ابو بکرؓ اٹھیں گے پھر عمرؓ، پھر ہم تینوں بقیع کے قبرستان میں آئیں گے، اور وہاں کے دفن شدہ مردے اٹھائے جائیں گے، پھر ہم سب اہل مکہ کا انتظار کریں گے، یہاں تک کہ پھر اہل حرمین کے درمیان رچلتے ہوئے ہم تینوں، میدان حشر میں آئیں گے (ترمذی عن عبداللہ بن عمر)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں ارشاد ہے کہ یہ دونوں انبیاء کو چھوڑ کر، ان تمام اہل جنت کے اگلے اور پچھلے لوگوں کے سردار ہوں گے جو ادھیڑ عمر میں دنیا سے اٹھائے جائیں گے (ترمذی عن انس بن مالک)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جنت میں نیچے کے درجہ والے اوپر کے درجہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے، جس طرح تم آسمان کے کنارے طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو، اور ابو بکرؓ اور عمرؓ انہی بلند درجہ والوں میں ہیں بلکہ ان میں بھی اعلیٰ مرتبہ پر (ابو داؤد، ترمذی، عن ابی سعید الخدری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات میں جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک میری گود میں رکھے ہوئے لیٹے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کوئی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں؟ فرمایا، ہاں عمرؓ ہے۔ میں نے عرض کیا میرے والد ابو بکرؓ کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ فرمایا عمرؓ کی تمام نیکیاں ابو بکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (رزین، جامع الاصول)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمانؓ کے فضائل مستقل طور پر آگے ایک باب میں بیان کئے جائیں گے، البتہ یہاں ان روایتوں کو ذکر کر دیا جاتا ہے جن میں شیخین کے ساتھ حضرت عثمانؓ کا ذکر آیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سمجھتے تھے، پھر اس کے بعد حضرت عمرؓ کو اور پھر حضرت عثمانؓ۔ ان تین کے علاوہ تمام صحابہ کو ہم ایک درجہ میں رکھتے تھے، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں دیتے تھے (بخاری، ابو داؤد)

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

جب کہ آپؓ حیات تھے، کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل اس امت میں حضرت ابوبکرؓ ہیں، پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسانوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ انہوں نے فرمایا، ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا، عمرؓ۔ (محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ، مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں پوچھوں، پھر کون؟ تو وہ کہہ دیں گے عثمان، لہذا میں نے خود سے کہا کہ پھر آپ۔ فرمایا، میں تو عام مسلمانوں میں کا ایک مسلمان ہوں۔

(بخاری، ابوداؤد)

یہ درحقیقت حضرت علیؓ کی تواضع ہے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبل اُحد پر چڑھے۔ آپ کے ساتھ حضرات ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ یکایک پہاڑ ہلنے لگا۔ حضورؐ نے اپنا قدم مبارک اس پر مارا اور پھر فرمایا۔ اُحد جمے رہو، تمہارے اوپر اس وقت صرف ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیراریس پر بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ان تینوں کو ایک ایک کرکے جنت کی بشارت دی تھی، وہ پوری حدیث فضائل عثمان والے باب میں آگے آرہی ہے۔

نیز وہ حدیث بھی جس میں کنکریوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں تسبیح پڑھنا، پھر حضرات ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں بھی کنکریوں کی تسبیح کا جاری رہنا بیان ہوا ہے، فضائل عثمان میں ذکر کی جائے گی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ سعادت مند شخص ہیں، جنھیں کم سنی ہی میں دولت اسلام

نصیب ہوگئی تھی، بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے آپ ہی ہیں۔

ہجرت کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں مؤاخات کرائی، تو حضرت علیؓ آپؐ کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے تمام صحابہ میں مواخات کرادی اور مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میرے بھائی ہو، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی (ترمذی عن عبداللہ بن عمر)

اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ میں جس کا ولی ہوں، علی بھی اس کے ولی ہیں (ترمذی عن زید بن ارقم)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علی تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے ہارون (علیہ السلام) موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (مسلم عن سعد بن ابی وقاص)

ایک حدیث میں ارشاد ہے علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں (عن عمران بن حصین)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندہ پکا ہوا رکھا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ آپ اپنی مخلوق میں سب سے محبوب شخص کو میرے پاس بھیج دیجئے جو میرے ساتھ شریک ہو کر اس پرندے کو کھائے۔ چنانچہ حضرت علی آئے اور آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگئے (ترمذی عن انس بن مالک)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

(ترمذی عن علی بن ابی طالب)

حضرات ختنین رضی اللہ عنہما

عربی زبان میں "ختن" داماد کو کہا جاتا ہے، ختنین سے مراد حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہوتے ہیں، کیونکہ ان دونوں حضرات کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ان کے عقد ازدواج میں تھیں، بعض احادیث میں

ان دونوں کی اہمیت بھی یکجا کی گئی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور حضرت عثمان کے بارے میں سوال کرنے لگا، آپ نے ان کے اعمال حسنہ بیان کئے پھر فرمایا عجب نہیں کہ تجھے یہ تعریف ناگوار گزر رہی ہو (کیونکہ تیرے دل میں تو حضرت عثمان کی طرف سے بغض بھرا ہوا ہے) اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالے تیری ناک کو خاک آلود کرے (اور تو ذلیل و خوار ہو) پھر اس شخص نے حضرت علی کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ ان کا گھر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے عین وسط میں ہے۔ (اور اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلق اور محبت معلوم ہو جاتی ہے) مگر شاید تجھے یہ بھی ناگوار گزر رہا ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے (اور تیری جلن حسد مزید بڑھے) جا ان دونوں بزرگوں کی تحقیر کے لئے جو کچھ کر سکتا ہے کر ڈال (تیرے سب کچھ کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت ان دونوں حضرات کو دی ہے اس میں کوئی کمی نہ آئے گی) (بخاری)

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ اور میرے دامادوں کے بارے میں میری رعایت کیا کرو، جو شخص ان کے بارے میں میری رعایت کرے گا، اللہ جل شانہ، دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ وہ اس کی گرفت میں آجاتے (حکایات صحابہ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میرے صحابہ کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور ان لوگوں کے بارے میں بھی میری رعایت کیا کرو، جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں ان کے نکاح میں ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت کے دن کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا (خطیب، ابن عساکر عن سہل بن مالک)

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

مذکورہ چاروں حضرات یعنی شیخین وختنین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین کہلاتے ہیں۔ ان چاروں کے فضائل انفرادی اور اجتماعی طور پر بہت سی احادیث میں آتے ہیں، بعض احادیث میں ایک ساتھ بھی آتے ہیں، جن میں سے ایک اہم حدیث، حدیث نمبر ۱۸ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم صحابہ کے پاس آئے۔ آپ کا دایاں ہاتھ حضرت ابوبکر تھامے ہوئے تھے اور بایاں ہاتھ حضرت عمر، حضرت علی آپ کی چادر پکڑے ہوئے تھے اور حضرت عثمان پیچھے تھے، حضور نے فرمایا، اسی طرح رب کعبہ کی قسم ہم جنت میں داخل ہوں گے (ابن عساکر)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کی رحمت نازل ہو ابوبکر پر، کہ انھوں نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی، دارالہجرت آنے کے لئے میری سواری کا انتظام کیا، غار میں میرے ساتھ رہے۔ اور بلال کو (میری خواہش پر) اپنے مال سے (خریدا اور لوجہ اللہ) آزاد کیا۔ اور اللہ رحمت نازل فرمائے عمر پر کہ حق بات کہتا ہے، اگرچہ (کسی کو کیسی ہی) تلخ (ونا گوار) ہو۔ اور حق گوئی نے اس کو ایسا بنا چھوڑا ہے کہ اس کا کوئی (خود غرض) دوست ہی نہیں۔ اور اللہ رحمت نازل فرمائے عثمان پر کہ اس کا غلبہ حیا۔ دیکھ کہ فرشتے بھی اس سے شرماتے ہیں۔ اور اللہ رحمت نازل فرمائے علی پر، بار الہا! حق کو اس کے ساتھ پھیر جدہر بھی وہ جاتے (ترمذی عن علی)

عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت طلحۃ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ طلحہ کے لئے جنت لازم ہو گئی ہے (ترمذی عن زبیر بن العوام)

ایک حدیث میں ہے کہ طلحہ وہ ہیں، جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد اور نذر پوری کر دی ہے (مِمَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ) (ترمذی عن موسیٰ بن طلحہ)

غزوہ اُحد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مشرک نے تلوار کا وار کیا اور حضرت طلحہ نے اپنے ہاتھ سے اسے روکا اور ہاتھ کٹ گیا تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا "خوب" تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، طلحہ اگر تم بسم اللہ کہتے تو اسی وقت فرشتے (تمہارے جذبہ اور ایمان پر رشک کرتے ہوتے) تمہیں سب لوگوں کے سامنے آسمان پر لے جاتے (اور اس قربانی پر مسرت کا اظہار کرتے (ابونعیم عن جابر بن عبداللہ)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کا ایک حواری (خالص مددگار) ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ہیں (بخاری، مسلم، ترمذی عن جابر بن عبداللہ)

غزوہ خندق کے موقع پر اسلام کی حفاظت کے لئے حضرت زبیر کی بے مثال جرآت کو خراج تحسین دیتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فداک ابی وامی"۔ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، عن عبداللہ بن زبیر)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اے اللہ! سعد جب کبھی آپ سے دعا کریں تو ضرور قبول کیجئے (ترمذی عن سعد بن ابی وقاص)

غزوہ اُحد کے موقع پر ان کی بے مثال دلیری دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں (بخاری، مسلم)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور ہمارے امین! اے اہلِ امت! ابوعبیدہ بن جراح ہیں (بخاری، مسلم عن انس بن مالک)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میری امت کے مالداروں میں سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں داخل ہوں گے (مسند بزار عن انس)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ (اگر تمہارے ہاں عبدالرحمٰن رشتہ دیں تو) اس کا رشتہ قبول کرلو، اس لئے کہ وہ بہت اچھے مسلمانوں میں سے ہیں۔

(ابن عساکر عن بسرۃ بن صفوان)

عشرہ مبشرہ کے علاوہ دیگر صحابہ کا تذکرہ اکثر و بیشتر حروف تہجی کی ترتیب سے کیا جائے گا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبت مجھے اسامہ سے ہے (مسند احمد عن ابن عمرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اور حضرت حسنؓ کو اپنی ایک ایک ران پر بٹھاتے اور دعا فرماتے، اے اللہ! تو ان دونوں سے محبت کر، اس لئے کہ میں بھی ان دونوں سے محبت کرتا ہوں (بخاری عن اسامہ بن زید)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انسؓ کو مسلسل دس سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل رہا ہے، ان کی والدہ کی درخواست پر حضورؐ نے انھیں یہ دعا دی تھی۔ اللھم اکثر مالہ وولدہ وبارك لہ فیما اعطیتہ۔ اے اللہ اس کو خوب مال اور اولاد دیجئے اور اس کے رزق میں برکت عطا فرمائیے (بخاری، مسلم، ترمذی عن انس بن مالک) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بہت سے بکھرے ہوئے بال والے

غبار آلود، بوسیدہ کپڑے پہننے والے ایسے ہیں، کہ اگر وہ اللہ کو قسم دیں تو اللہ اسے ضرور پورا کر دے، ان میں سے ایک براء بن مالک ہیں۔ (ترمذی عن انس بن مالک)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بلال! رات میں نے جنت میں اپنے سے بھی آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے (بخاری، مسلم، عن ابی ہریرہ)

ایک حدیث میں اہل حبش میں سے سب سے پہلے جنت میں جانے والے بلال ہوں گے (ابن عساکر عن الحسن مرسلاً)

ایک اور حدیث میں ہے جب بلال تمہیں میری کوئی حدیث سنائیں تو اسے سچ جانو، کیونکہ بلال جھوٹ نہیں بولتے (ابن عساکر عن امرأۃ بلال)

ایک حدیث میں ارشاد ہے، بلال اچھے آدمی ہیں، ان کی پیروی ایک مسلمان ہی کر سکتا ہے۔ وہ قیامت کے دن تمام مؤذنوں کے سردار ہوں گے۔ (ابن ماجہ، طبرانی، مستدرک عن زید بن ارقم)

حضرت جندب بن جنادہ ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی شخص بھی ابوذر سے زیادہ سچا اور ابوذر سے زیادہ وعدہ کا پابند نہیں ہے یہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) جیسے ہیں (ترمذی عن ابی ذر)

ایک اور حدیث میں الفاظ یہ ہیں کہ ابوذر اس زمین پر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے زہد کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں (ترمذی عن ابی ذر)

حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شخص کسی ایسے شخص کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے، جس کے دل کو اللہ نے اپنے نور سے بھر دیا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ حارث

بن مالک کو دیکھے (طبرانی عن حارث بن مالک)

حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت حارثہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، آپ کے سامنے کوئی بیٹھا ہوا تھا، میں نے سلام کیا اور اس خیال سے چلا آیا کہ آپ کی گفتگو میں حرج ہوگا، جب میری حضور سے دوبارہ ملاقات ہوئی، تو آپ نے مجھ سے پوچھا، تم نے ان صاحب کو دیکھا تھا، جو میرے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے، میں نے عرض کیا جی۔ آپ نے فرمایا وہ جبریل علیہ السلام تھے، اور انھوں نے تمہارے سلام کا جواب بھی دیا تھا (طبرانی، ابونعیم عن حارثہ بن نعمان)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت سے ارشاد فرمایا جب تک تم خدا اور اس کے رسول کی مدافعت میں اشعار کہتے رہتے ہو، جبریل امین برابر تمہاری مدد کرتے رہتے ہیں (مسلم عن عائشہ)

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا، حسان! قریش کی ہجو کیا کرو، اس لئے کہ تمہارے اشعار ان کے لئے تیر سے زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں (بیہقی عن عائشہ)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

حضرت حذیفہؓ صحابہ کے درمیان "سر النبی" یعنی رازدار رسول، کے نام سے مشہور تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تمام منافقین کے نام سے آگاہ کر رکھا تھا۔

ان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں اور احوال قیامت کے بارے میں بہت پوچھا کرتے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ حذیفہ جب تم کو کوئی حدیث سنایا کریں تو اس کو صحیح سمجھا کرو۔

حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما پر پڑی، تو آپ نے بے ساختہ دعا فرمائی: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان سے محبت کیجئے (ترمذی عن براء بن عازب)

حضرت اسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ کی ایک ران پر حضرت حسن بیٹھے ہیں اور دوسری پر حضرت حسین اور آپ فرما رہے ہیں: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں، یہ دونوں میرے نواسے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان سے محبت کیجئے اور ان سے بھی محبت کیجئے جو ان سے محبت کرتا ہو (ترمذی عن اسامہ بن زید)

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین مجھ سے ہیں میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت کرتا ہے، جو حسین سے محبت رکھے، حسین میری اولاد میں سے ہیں (ترمذی عن یعلی بن مرۃ)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے۔ (آپ کی گود میں حضرت حسنؓ تھے) آپ نے ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہوگا۔ اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے ذریعہ میری امت کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

(ابوداؤد عن ابی بکرۃ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ حسن اور حسین جنت میں نوجوانوں کے سردار ہوں گے (ترمذی عن ابی سعید الخدری)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خالد بن ولید اللہ کے بہت اچھے بندے ہیں، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں (ترمذی عن ابی ہریرہ)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت خزیمہ بن ثابتؓ کی سچائی اور حق گوئی دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تنہا تمہاری ایک آدمی کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہے۔

(کنز العمال عن خزیمہ بن ثابت)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جس کے حق کے لئے یا جس کے خلاف خزیمہ گواہی دے دیں، تو وہ کافی ہے (ابو نعیم، ابن عساکر عن خزیمہ بن ثابت)

حضرت دحیۃ کلبی رضی اللہ عنہ

حضرت جبریل علیہ السلام جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انسانی روپ میں آتے تو اکثر حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آتے تھے (طبقات ابن سعد عن الشعبی مرسلاً)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت میں علم فرائض (ترکہ کا علم) سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں (مستدرک عن انس بن مالک)

یہود سے خط و کتابت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سریانی زبان کی ضرورت پڑتی تھی، حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، زید تمہیں سریانی زبان آتی ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا کہ سریانی سیکھو چنانچہ میں نے سریانی سیکھنا شروع کی اور سترہ دن میں اچھی طرح سیکھ گیا۔

(ابن عساکر عن زید بن ثابت)

حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سالم اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرنے والے ہیں (حلیۃ الاولیاء عن عمر)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سالم کو مخاطب کرتے ہوئے

فرمایا، تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے میری امت میں تم جیسا شخص پیدا فرمایا۔
(مسند احمد عن عائشہ)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بلاشبہ سعد بہت غیرت مند آدمی ہیں، اور میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے
(بخاری، مسند احمد عن المغیرہ بن شعبہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سلمان ہمیں میں سے ہے، وہ ہمارے اہل بیت میں سے ہے (طبرانی، مستدرک عن عمرو بن عوف)

ایک حدیث میں ہے کہ سلمان اہلِ فارس میں سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہوں گے (طبقات ابن سعد عن الحسن مرسلاً)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے، کسی شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہوا؟ آپ نے ارشاد فرمایا میں فرشتے کو دیکھ رہا تھا کہ وہ سلمان کی نیکیاں لے کر اوپر جا رہا ہے (طبرانی، ابن عساکر ابی امامۃ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے، جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ نے نور سے منور فرمایا ہے تو اس کو چاہیئے کہ سلمان فارسی کو دیکھ لے
(ابن عساکر عن ابی ہریرہ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ سلمان کا علم بہت وسیع ہے (ابن عساکر عن ابی صالح)

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صہیب سے ایسی محبت رکھو جیسی ماں اپنے بیٹے سے رکھتی ہے (مستدرک حاکم عن صہیب)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ صہیب نے (ایمان لاکر) دنیا ٹھکراکر اور دین کے لئے قربانیاں دے دے کر) جو تجارت کی ہے وہ بہت کامیاب ہے۔ (مستدرک عن انس)

حضرت صدی بن عجلان ابوامامۃ رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے ابوامامہ! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں (ابن عساکر عن ابی امامۃ)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت کے اعتبار سے سب سے زیادہ خوش نصیب عباس ہوں گے (ابن عساکر عن ابن عمر)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ بلاشبہ جبریل امین نے مجھ سے کہا ہے کہ جب عباس موجود ہوں تو میں آہستہ بولا کروں (کیونکہ وہ میرے چچا اور بزرگ ہیں) بالکل ایسے جیسے تم لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ میری موجودگی میں آہستہ بولا کرو (ابن عساکر عن عائشہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دعا فرمائی تھی کہ:۔ اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔ یعنی اے اللہ تو اسے دین کی سمجھ دے اور اسے علم تفسیر عطا فرما (مسند احمد، صحیح ابن حبان، طبرانی عن عبداللہ بن مسعود) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا کہ جب پیر کا دن آئے تو آپ میرے ہاں آئیے گا، اور اپنے بیٹے عبداللہ کو بھی لائیے گا، میں اللہ جل شانہٗ سے ایک ایسی دعا مانگوں گا، جو آپ اور آپ کے بیٹے کو بہت فائدہ دے گی۔ حضرت عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، پیر کے دن اپنے بیٹے کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے ہم دونوں کو اپنی

چادر میں سمولیا اور پھر دعا فرمائی۔ اللھم اغفر للعباس وولدہ مغفرۃ ظاھرۃ وباطنۃ لا تغادر ذنبا اللھم احفظہ فی ولدہ۔ یعنی اے اللہ تو عباس اور اس کے بیٹے کی ظاہری اور باطنی ہر طور پر مغفرت فرما دے، ان کا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑ جسے تو معاف نہ کر دے، اے اللہ تو عباس کو اپنے بیٹے کے معاملہ میں ہر دکھ سے محفوظ رکھ۔ (ترمذی عن ابن عباس)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت حفصہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا، تمہارا بھائی بہت نیک آدمی ہے (بخاری، مسلم، ترمذی عن عبد اللہ بن عمر)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں جنت کی بشارت دی تھی جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے عبد اللہ! تم اسلام پر قائم ہو، اسی کے مطابق زندگی گزار رہے ہو، اور اسی پر تمہاری موت بھی آئے گی (بخاری، مسلم عن قیس بن عباد)

حضرت عبد اللہ بن قیس ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

یہ قرآن کریم کی بہت عمدہ تلاوت فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا، کاش تم مجھے دیکھتے، میں رات کھڑا تمہارا قرآن سن رہا تھا، تمہیں تو آل داؤد کی خوبصورت آوازوں میں سے ایک آواز سے نوازا گیا ہے۔

(مسلم عن ابی موسیٰ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں کسی بھی شخص کو بغیر مشورہ کے

امیر بناتا تو وہ عبداللہ بن مسعود ہوتے (ترمذی عن علی بن ابی طالب)
ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ میں اپنی امت کے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو عبداللہ بن مسعود کو پسند ہو۔ (طبرانی، عن ابن عساکر عن ابن مسعود)
ایک حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے حضورؐ نے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اللہ تم پر رحم کرے، بلاشبہ تم صاحبِ علم، سمجھ دار آدمی ہو (مسند احمد عن ابن مسعود)

حضرت عبد الرحمٰن بن صخر ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابو ہریرہ علم کا خزانہ ہیں،
(مستدرک عن ابی سعید الخدری)
ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یارسول اللہ! میں آپ کی حدیثیں سنتا ہوں، مگر یاد نہیں رہتیں، آپ نے فرمایا، اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دی، اس کے بعد آپ نے بہت ساری احادیث بیان فرمائیں (پھر آپ نے چادر کو سمیٹا اور میرے سینے پر اسے لپیٹ دیا) اس کے بعد میں کبھی کوئی حدیث نہیں بھولا (ترمذی عن ابی ہریرہ)
ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ہر اُمت کا ایک حکیم ہوتا ہے اور میری امت کے حکیم ابو ہریرہ ہیں (دیلمی عن ابن عباس)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عمار کے گوشت پوست میں ایمان رچا بسا ہے (نسائی عن عمرو بن شرجیل)
ایک مرتبہ حضرت عمار حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، خوش آمدید۔ اچھے اور بہترین آدمی (ترمذی عن علی بن ابی طالب)
ایک حدیث میں ارشاد ہے، بہت سے پھٹے پرانے کپڑے والے ایسے لوگ

ہیں جن کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا، اگر وہ اللہ کو قسم دے دیں تو وہ اسے ضرور پوری کر دے۔ انہی میں سے ایک عمار بن یاسر ہیں (ابن عساکر عن عائشہ)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب کبھی بھی عمار کو دو چیزوں میں اختیار دیا جائے وہ مشکل چیز کو اختیار کرتے ہیں (ترمذی عن عائشہ) ان کے جفاکش اور محنتی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں، جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے غنی اور خیر سے پُر کر دیا ہے انہی میں سے ایک عمرو بن تغلب ہیں (بخاری عن عمرو بن تغلب)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عمرو بن العاص قریش کے بھلے لوگوں میں سے ہیں (ترمذی عن طلحۃ بن عبید اللہ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ عمرو بن العاص سمجھ دار اور سوجھ بوجھ والے آدمی ہیں (ابن عساکر عن طلحۃ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ عمرو بن العاص کا گھرانہ ایک اچھا گھرانہ ہے

(مسند احمد عن طلحۃ)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، میں تمہارے لئے مال و دولت پسند کرتا ہوں اچھا مال اچھے آدمی کے ساتھ ٹھیک ہوتا ہے (مسند احمد، مستدرک حاکم عن عمرو بن العاص)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ عمرو بن العاص سچے مسلمان ہیں۔

(مسند احمد، ترمذی عن عقبہ بن عامر)

حضرت عویمر بن عامر الانصاری ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابو درداء ایک ماہر شہسوار اور ایک اچھے انسان ہیں (کنز العمال عن شریح بن عبید)

حضرت قیس بن سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قیس بن سعد کی سخاوت و فراخ دلی کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ سخاوت اس گھرانے کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔

(کنز العمال عن جابر بن سمرۃ)

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبیصہ تم جس پتھر، درخت یا ٹیلے کے پاس سے گزرتے ہو وہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے (مسند احمد عن قبیصہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معاذ کے اخلاص اور اس کی نیکیوں کے اوپر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں (مستدرک عن ابی عبیدہ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ معاذ کی ہر ہر چیز ایمان کی دولت سے بھرپور ہے

(طبقات ابن سعد عن محمد بن عبداللہ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن معاذ گروہ علماء کی سرداری کریں گے

(حلیۃ الاولیاء عن عمر)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ تمام لوگوں میں حلال و حرام کے مسائل سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں (حلیۃ الاولیاء عن ابی سعید الخدری)

حضرت مغیرہ ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابو سفیان بن حارث میرے خاندان

کے بہترین لوگوں میں سے ہیں (طبرانی، مستدرک عن ابی حبۃ البدری)

حضرت منذر رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منذر! تمہاری دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ بہت پسند کرتا ہے ایک بردباری دوسرے دانشمندی۔

(ابن مندہ، ابونعیم عن جویریہ العصری)

یہ جو کچھ اوپر ذکر کیا گیا، یہ سینکڑوں احادیث میں سے چند ایک کا انتخاب ہے سب کا احاطہ نہ ممکن ہے اور نہ ہمارا موضوع، البتہ یہ اتنی کافی ہیں کہ ان سے کسی حد تک صحابہ کے بارے میں حضورؐ کی رائے معلوم ہو جاتی ہے۔

نیز یہ جو کچھ گزرا، وہ انفرادی طور پر صحابہ کے بارے میں حضورؐ کے ارشادات تھے آگے بعض وہ احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔ جن میں ایک ایک حدیث میں کئی کئی صحابہ کے فضائل بیان ہوتے ہیں۔

کئی صحابہ کے فضائل پر مشتمل احادیث

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ شفقت کرنے والے ابوبکر ہیں، اور اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں۔ اور سب سے زیادہ حیا والے عثمان ہیں، اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔ اور حلال وحرام سے سب سے زیادہ واقف معاذ بن جبل ہیں، اور میراث کے مسائل کے سب سے زیادہ عالم زید بن ثابت ہیں، اور قرآن کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔ اور ہر قوم کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ اور آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذر سے زیادہ زبان کا سچا کوئی نہیں، تقویٰ وطہارت میں یہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے مشابہ ہیں (ترمذی عن انس بن مالک)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ شفقت کرنے والے

ابوبکر ہیں، اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ابوعبیدہ بن جراح ہیں، اور سب سے زیادہ سچی بات کرنے والے ابوذر ہیں، اور حق کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں (ابن عساکر عن ابراہیم بن طلحہ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں اور اس امت میں سب سے بہتر عبداللہ بن عباس ہیں (خطیب بغدادی عن ابن عمر)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ خالد بن ولید اللہ اور اس کے رسول کی تلوار ہیں، اور حمزہ بن عبدالمطلب اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ اور ابوعبیدہ بن جراح اللہ اور اس کے رسول کے امین ہیں، اور حذیفہ بن یمان خدا کے خاص چنیدہ بندے ہیں، اور عبدالرحمٰن بن عوف اللہ کے فضل فرماتے ہوئے خاص تاجروں میں سے ہیں (فردوس دیلمی عن ابن عباس)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ شفقت کرنے والے ابوبکر ہیں، اور میری امت میں، امت کے لئے سب سے زیادہ نرم عمر ہیں، اور سب سے زیادہ حیا والے عثمان ہیں، اور سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے علی ہیں، اور حلال وحرام سے سب سے زیادہ واقف معاذ بن جبل ہیں، قیامت کے دن وہ علماء کے سردار ہوں گے اور ان سے آگے آگے ہوں گے، اور میری امت کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں، اور میراث کے مسائل کے سب سے زیادہ عالم زید بن ثابت ہیں، اور سب سے زیادہ عبادت گزار ابودرداء ہیں (کنز العمال عن جابر)

ایک اور حدیث میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اور ابوہریرہ علم کا خزانہ ہیں اور سلمان فارسی بڑے عالم ہیں (کنز العمال عن ابی سعید)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت میں سے سات محافظ دیئے گئے تھے، اور مجھے چودہ دیئے گئے ہیں جو کہ یہ ہیں۔ علی، حسن، حسین، جعفر، حمزہ، ابوبکر

عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود، مقداد، حذیفہ بن یمان،
(ترمذی، مستدرک عن علی بن ابی طالب)

ایک اور حدیث میں ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں تم میں مزید کتنے عرصے رہوں
سو تم میرے بعد ان دونوں یعنی ابو بکر اور عمر کی اقتداء کرنا، اور عمار کے طریقہ کو مضبوط پکڑنا
اور جو حدیث ابن مسعود تم کو سنائیں اس کو سچ سمجھنا (ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد عن حذیفہ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جنت تین شخصوں کی منتظر اور مشتاق ہے، علی،
عمار اور سلمان فارسی (ترمذی، مستدرک عن انس)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اے جعفر تم شکل و صورت اور اخلاق میں مجھ سے
سب سے زیادہ ملتے ہو، اور اے علی، تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں اور اے زید بن حارثہ
تم ہمارے بھائی اور دوست ہو (مسند احمد علی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے چار شخصوں سے محبت کا مجھے حکم دیا ہے
اور بتایا ہے کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے، عرض کیا گیا یارسول اللہ! ان کے نام ظاہر
فرما دیجئے، فرمایا، علی ان میں شامل ہیں، اس کو تین مرتبہ فرمایا اور (بقیہ حضرات) ابوذر، مقداد
اور سلمان فارسی ہیں (ترمذی عن بریدہ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ قرآن کریم چار آدمیوں سے سیکھو عبداللہ بن مسعود
سالم، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب (بخاری، مسلم، ترمذی عن عبداللہ بن عمرو)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کیا خوب آدمی ہے ابو بکر، کیا خوب آدمی ہے عمر،
کیا خوب آدمی ہے ابو عبیدہ بن جراح، کیا خوب آدمی ہے اسید بن حضیر، کیا خوب آدمی
ہے ثابت بن قیس، کیا خوب آدمی ہے معاذ بن جبل، کیا خوب آدمی ہے عمرو بن الجموح
کیا خوب آدمی ہے سہیل بن بیضاء (ترمذی، مستدرک عن ابی ہریرۃ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جنت کی طرف سبقت کرنے

والے چار شخص ہیں، اہلِ عرب میں سبقت کرنے والا میں ہوں، اہلِ روم میں صہیب، اہلِ فارس میں سلمان اور اہلِ حبشہ میں بلال ہیں (مستدرک عن انس)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ عبداللہ بن عمر خدا کے وفد میں سے ہیں، عمار بن یاسر سابقین میں سے ہیں اور مقداد بن اسود مجتہدین میں سے ہیں (فردوس دیلمی عن ابن عباس)

ایک حدیث میں ہے کہ اہلِ جنت میں سے خاص نوجوان پانچ ہیں۔ حسن، حسین، عبداللہ بن عمر، سعد بن معاذ اور ابی بن کعب (فردوس دیلمی عن انس)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حبشیوں کے سردار چار ہیں، لقمان حبشی، نجاشی، بلال اور مہجع (ابن عساکر عن عبداللہ بن یزید مرسلاً)

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں کچھ نصیحت فرما دیجئے، آپ نے فرمایا مجھے اٹھا کر بٹھاؤ، چنانچہ آپ کو بٹھا دیا گیا، پھر آپ نے فرمایا علم اور ایمان اپنی جگہ ہیں، جو بھی انھیں ڈھونڈے گا، پالے گا اس کو تین مرتبہ فرمایا، پھر فرمایا کہ علم کو چار شخصوں کے پاس تلاش کرو، عویمر یعنی ابو درداء، سلمان فارسی، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن سلام (ترمذی عن یزید بن عمیرہ)

ایک حدیث میں حضرت خیثمہ بن بسرہ اپنا واقعہ سناتے ہیں کہ جب میں مدینہ آیا تو اللہ سے دعا مانگی کہ وہ مجھے کوئی صالح ہم نشیں میسر فرماتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ عطا فرما دیئے۔ میں ان کے پاس آکر بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ سے دُعا کی تھی کہ وہ مجھے کوئی صالح ہم نشیں میسر فرما دے، تو آپ میرے حصے میں آئے ہیں، انھوں نے مجھ سے پوچھا تم کس شہر سے آئے ہو، میں نے عرض کیا کوفہ سے، اور دین کی تلاش اور جستجو میں یہاں آیا ہوں، فرمایا کیا تمہارے ہاں سعد بن مالک نہیں ہیں، جو مستجاب الدعوات ہیں، اور کیا عبداللہ بن مسعود نہیں ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برتن وضو اور پاپوش رکھا کرتے تھے، اور کیا حذیفہ نہیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں۔ اور کیا

عمار بن یاسر نہیں ہیں، جن کو حق تعالےٰ نے بزبان پیغمبر شیطان سے مامون قرار دیا ہے اور کیا سلمان فارسی نہیں ہیں جو دو کتابوں والے ہیں (بخاری، مسلم، ترمذی عن خیثمہ بن سبرۃ) دو کتابوں سے مراد انجیل اور قرآن ہیں۔ نیز ان افراد کو شمار کرانے سے مقصد حضرت ابوہریرہ کا یہ تھا کہ کوفہ شہر میں بھی بڑے بڑے اکابر رہتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، اور حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے۔ اتنے میں ایک بدو آیا اور کہنے لگا۔ محمدؐ تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا، اس کو پورا نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا بشارت لو۔ اس نے کہا، بشارت لو، تو بارہا کہہ چکے، مجھے تو مال چاہیئے، پس آپ غصہ میں میری اور بلال کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اس نے بشارت کو رد کیا۔ لہذا تم دونوں بشارت لے لو۔ ہم نے عرض کیا۔ ہم نے لے لی۔ اس کے بعد آپؐ نے پیالہ منگایا جس میں پانی تھا، اور اس میں ہاتھ منہ دھو کر کلی ڈال دی، پھر فرمایا۔ اس کو پی لو اور منہ اور سینے پر بھی ڈال لو۔ پس ہم نے پیالہ لے کر حسب ارشاد عمل کیا، تو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے پردے کے پیچھے سے پکارا کہ۔ اپنی ماں کے لئے بھی برتن میں کچھ بچا دینا۔ چنانچہ ہم نے ان کے لئے اس میں سے کچھ بچا دیا (مسلم)



کتابت :۔ محمد سلیم کاتب ۷، سی علامہ اقبال کالونی، فیصل آباد

باب چہارم

فضائلِ عثمان رضی اللہ عنہ

اس باب میں بطور خاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے جائیں گے، کیونکہ ہمارے زمانہ میں "تحقیق" کا خوشنما نام لے کر نام نہاد محققین نے سب سے زیادہ انہی کی کردار کشی کی ہے اور اپنی کتابوں اور تحریروں میں ان کا تذکرہ اس انداز میں کیا ہے کہ اچھا خاصا معقول آدمی بھی ان سے بدظن ہو جاتے۔

جنت کی بشارت

جن صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی زندگیوں ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی، اُن میں حضرت عثمان سرفہرست ہیں، بلکہ آپ ان عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں جن کے بارے میں تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ضرور ہی جنت میں جائیں گے، اس سلسلے کی بہت سی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

(۳۲) عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ انہ توضأ فی بیتہ ثم خرج فقال لالزمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولاکونن معہ یومی ھذا قال فجاء المسجد فسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا خرج وجہ ھھنا قال فخرجت علی اثرہ اسال عنہ حتی دخل بئر اریس قال فجلست عند بابھا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن وہ گھر سے وضو کر کے باہر نکلے اور یہ ارادہ کیا کہ آج سارا دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ مسجد میں آتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس طرف تشریف لے گئے ہیں، پس میں حضورؐ کے نقش قدم پر چل کر بئر اریس کے باغ میں پہنچا، جس کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تھے، حضورؐ نے

من جريد حتى قضى رسول الله صلى
الله عليه وسلم حاجته وتوضا فقمت
اليه فاذا هو قد جلس على بئر اريس
وتوسط قفها وكشف عن ساقيه
ودلاهما في البئر قال فسلمت عليه
ثم انصرفت فجلست عند
الباب فقلت لاكونن بواب رسول
الله صلى الله عليه وسلم اليوم فجاء
ابوبكر فدفع الباب فقلت من هذا
فقال ابوبكر فقلت على رسلك قال
ثم ذهبت فقلت يا رسول الله هذا
ابوبكر يستاذن، فقال ائذن له و
بشره بالجنة فاقبلت حتى قلت لابي بكر
ادخل ورسول الله صلى الله عليه
وسلم يبشرك بالجنة قال فدخل
ابوبكر فجلس عن يمين رسول الله
صلى الله عليه وسلم معه في القف
ودلى رجليه في البئر كما صنع رسول
الله صلى الله عليه وسلم وكشف عن
ساقيه ثم رجعت فجلست وقد
تركت اخي يتوضا ويلحقني فقلت

فارغ ہو کر وضو فرمایا اور بئر اریس پر پنڈلیاں
کھول کر، کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے
میں سلام کر کے دروازے پر دربان کے طور
پر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکرؓ آئے
اور دروازے کو دستک دی، میں انھیں جواب
دے کر حضورؐ سے ان کے اندر آنے کی اجازت
طلب کرنے کے لیئے آیا، حضورؐ نے اجازت مرحمت
فرمائی اور فرمایا کہ انھیں جنت کی خوشخبری سنادو
میں نے دروازے پر آکر انھیں اندر آنے کی
اجازت کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی طرف سے جنت
کی خوشخبری بھی سنادی، چنانچہ حضرت ابوبکر اندر
آکر حضورؐ کے پاس حضورؐ کی طرح پنڈلیاں کھولکر
حضورؐ کی داہنی طرف بیٹھ گئے، اور پاؤں
کنوئیں میں لٹکا دیئے۔

میں اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ آیا تھا میرا
دل چاہا کہ میرا بھائی بھی اللہ کرے اس وقت
یہاں آجاتے تو اس کو بھی جنت کی بشارت مل جاتے
تھوڑی دیر میں دروازہ پر پھر کسی نے دستک دی
معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ ہیں، میں نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے ان کے لئے اندر آنے کی اجازت
چاہی تو حضور نے اجازت مرحمت فرمادی اور فرمایا

ان یرد اللہ بفلان یعنی اخاہ خیرا یات
بہ فاذا السنان یحرک الباب فقلت
من ھذا فقال عمر بن الخطاب فقلت
علی رسلک ثم جئت الی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت علیہ و
قلت ھذا عمر یستاذن؟ فقال ائذن
لہ وبشرہ بالجنۃ فجئت عمر فقلت
ادن ادخل ویبشرک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بالجنۃ قال فدخل فجلس
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
القف عن یسارہ ودلی رجلیہ فی البئر
ثم رجعت فجلست فقلت ان یرد
اللہ بفلان خیرا یعنی اخاہ یات بہ فجاء
السان فحرک الباب فقلت من ھذا
فقال عثمان بن عفان فقلت علی
رسلک قال وجئت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فاخبرتہ فقال ائذن
لہ وبشرہ بالجنۃ مع بلوی تصیبہ
قال فجئت فقلت ادخل ویبشرک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بالجنۃ بعد بلوی تصیبک قال

کہ انہیں بھی جنت کی بشارت دے دو
پس میں نے انہیں اندر بلایا اور حضورؐ کی
طرف سے جنت کی بشارت دے دی چنانچہ
حضرت عمرؓ اندر آئے اور اسی طرح پنڈلیاں
کھول کر کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر حضورؐ کے
بائیں جانب بیٹھ گئے۔

میں پھر اپنے دل میں اپنے بھائیؓ کے
آنے کی تمنا کرتا رہا کہ دروازہ پر کسی نے
دستک دی، پوچھنے پر بتلایا کہ عثمانؓ ہیں
میں نے اندر آکر ان کے لئے اجازت مانگی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھیں
بھی اندر آنے دو اور ان کو بھی جنت کی
بشارت دے دو، اور یہ بھی بتادو کہ انھیں
بلائے عظیم سے سابقہ پڑے گا، میں نے
آکر انہیں اندر آنے کی دعوت دی، اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
جنت کی بشارت سنائی اور بلائے عظیم
میں ابتلا کی خبر بھی دی، چنانچہ یہ اندر آئے
تو دیکھا کہ کنوئیں پر جگہ نہیں ہے، تو یہ
پاس ہی ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔

فدخل فوجد القف قد ملیٔ فجلس وجاھا ھو من الشتی الآخر۔

(بخاری، مسلم، ترمذی)

(ف، بخاری، مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے، جب ان تینوں کو جنت کی بشارتیں سنائی گئیں، تو ان میں سے ہر ایک نے کہا "الحمد للہ"۔ البتہ حضرت عثمانؓ نے بلائے عظیم کی پیشین گوئی سن کر یہ مزید فرمایا تھا کہ "اے اللہ تو ہی صبر دیجیو یا اللہ ہی مددگار ہے"!

اس حدیث کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے جنتی ہونے کی بشارت پر مشتمل کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں،

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "ہر نبی کا جنت میں ایک ساتھی ہوگا اور میرے ساتھی جنت میں عثمان ہوں گے" (ترمذی عن طلحہ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "عثمان جنت میں ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے اور جنت ان کے لئے بقعۂ نور بنی ہوئی ہوگی" (ابن عساکر عن سہل بن سعد)

ایک اور حدیث میں ہے کہ "جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک محل سونے، موتیوں اور یاقوتوں کا بنا ہوا ہے، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے تو کہنے لگے، یہ آپ کے مظلوم اور مقتول خلیفہ عثمان بن عفان کا ہے"۔

(ابن عساکر عن عقبۃ بن عامر)

سلامتیٔ طبع

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب انسانوں میں سے ہیں، جو بچپن ہی سے سلامتی طبع اور معتدل مزاج رکھتے ہیں، چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بھی نہ آپ نے کبھی شراب پی نہ زنا کیا اور نہ ہی جوا کھیلا۔

(۳۳) عن عثمان لقد اختبأت عند — حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دس

اللّٰہ عشرا الٰی لرابع الاسلام، وقد زوجنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابنتہ ثم ابنتہ وقد بایعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بیدی ھذہ الیمنی فما مسست بھا ذکری ولا تغنیت ولا تمنیت ولا شربت خمرا فی جاھلیۃ ولا اسلام وقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من یشتری ھذہ الربعۃ ویزیدھا فی المسجد ولہ بیت فی الجنۃ فاشتریتھا وزدتھا فی المسجد

(کنز العمال)

چیزیں ایسی ہیں جن کو میں نے خالصتہً اللہ کے لئے رکھ چھوڑا ہے جو یہ ہیں، میں اسلام قبول کرنے والا چوتھا شخص ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے میرے نکاح میں دیں، جب سے میں نے اپنے اس دائیں ہاتھ سے حضور سے بیعت کی ہے کبھی اس کو اپنے آلہ تناسل سے مس نہیں ہونے دیا، میں نے کبھی سرود و موسیقی سے شغل نہیں کیا، میں نے کبھی بدکاری کی آرزو تک نہیں کی، میں نے کبھی شراب نہیں پی، یہ سب کام میں نے نہ جاہلیت میں نہ کئے نہ اسلام لانے کے بعد اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اس قطعہ زمین کو خرید کر مسجد نبوی کی توسیع کرے گا، اس کے لئے جنت میں گھر بن جائے گا"

تو میں نے اس زمین کو خریدا اور مسجد نبوی میں اضافہ کیا۔

(ف) اس روایت میں حضرت عثمانؓ نے سات کام ذکر فرماتے ہیں، مگر ایک دوسری روایت میں یہاں نہ ذکر کئے ہوئے مزید تین کام ذکر فرماتے ہیں جو یہ ہیں، میں نے تنگی کے وقت غزوۂ تبوک کے موقع پر اسلامی لشکر کو بڑے پیمانے پر سامان دیا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں مکمل قرآن لکھ کر جمع کر لیا تھا، میں جب سے اسلام لایا ہوں ہر سال ایک غلام آزاد کرتا ہوں۔

(ابن عساکر)

فرشتوں سے بڑھ کر حیا

حدیث میں آتا ہے کہ شرم و حیا ایسا وصف ہے جو صرف خیر ہی کا سبب بنتا ہے۔ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وصف میں تمام صحابہ سے بڑھ کر تھے، اور آپ کی شدت حیا دیکھ کر فرشتے بھی شرماتے تھے۔

(۳۴) عن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ان عثمان وعائشۃ حدثناہ ان ابا بکر الصدیق استاذن علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مضطجع علی فراشہ لابس مرط عائشۃ فاذن لابی بکر وھو کذلک فقضی الیہ حاجتہ ثم انصرف ثم استاذن عمر فاذن لہ وھو علی تلک الحال فقضی الیہ حاجتہ ثم انصرف قال عثمان ثم استاذنت علیہ فجلس وقال لعائشۃ اجمعی علیک ثیابک قال فقضیت الیہ حاجتی ثم انصرفت فقالت عائشۃ یارسول اللہ مالی لم ارک فزعت لابی بکر و عمر کما فزعت لعثمان فقال ان عثمان رجل حیی وانی خشیت ان اذنت لہ علی

حضرت سعید بن عاص رض، حضرت عائشہ رض اور حضرت عثمان رض سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی آپ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے حضرت عائشہ رض کی چادر اوڑھے ہوئے تھے، آپ اسی طرح لیٹے رہے اور حضرت ابوبکر کو اندر بلا لیا، انھوں نے اپنی ضرورت پوری کی پھر واپس چلے گئے اس کے بعد حضرت عمر رض آئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے اسی حالت میں انھیں اندر بلا لیا، وہ بھی اپنا کام کر کے چلے گئے۔ حضرت عثمان بیان کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد میں حاضر ہوا اور اندر آنے کی اجازت مانگی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ رض سے بھی فرمایا کہ اپنے کپڑے ٹھیک سے سمیٹ کر بیٹھو، پھر میں نے اپنی ضرورت پوری کی اور واپس آ گیا۔

تلک الحال لا یبلغ الی فی حاجتہ۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کو ابو بکرؓ اور عمرؓ سے (مسلم)

اس قدر اہتمام کرتے نہیں دیکھا جتنا عثمانؓ سے، حضورؐ نے فرمایا کہ عثمان بہت شرمیلے آدمی ہیں، مجھے خدشہ تھا کہ میں اگر لیٹے لیٹے اسی حالت میں انھیں بلا لیتا تو وہ اپنی ضرورت بھی مجھ سے بیان کرتے ہوئے شرماتے۔

(ف) یہ واقعہ غالباً پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں آرام فرما رہے تھے، آپ کی دونوں پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حاضر خدمت ہوئے، آپ نے انھیں اندر آنے کی اجازت مرحمت فرما دی اور خود اسی حالت میں لیٹے رہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ حاضر ہوئے، آپ نے انھیں بھی اندر بلا لیا اور اسی طرح لیٹے رہے، کچھ دیر بعد حضرت عثمان حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے سے بیٹھ گئے، اور اپنے کپڑے ٹھیک کئے اور پھر انھیں اندر بلایا۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ اہتمام ایک مرتبہ کا واقعہ نہیں، بلکہ بارہا ایسا ہوا ہے۔ نیز حضرت عائشہؓ یہ واقعہ بیان کر کے فرماتی ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ حضورؐ سے مل کر چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب ابو بکرؓ اور عمرؓ آتے تھے تو آپ نے یہ اعزاز و اہتمام نہیں فرمایا تھا، مگر جب عثمان آئے تو آپ بیٹھ بھی گئے اور کپڑے بھی ٹھیک فرمائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ برتوں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں" (مسلم)

ذوالنورین

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہو، تمام صحابہ کرام میں یہ فضیلت

تن تنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کے شوہر ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت ام کلثومؓ کو آپ کے عقد میں دے دیا تھا، اسی وجہ سے آپ کا لقب "ذوالنورین" یعنی دو نور والا ہے۔ بعض آثار سے تو یہ تک معلوم ہوتا ہے کہ ذوالنورین کی صفت تمام انسانوں میں صرف حضرت عثمان ہی کو حاصل ہوئی ہے۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت عثمان کو "ذوالنورین" اس لئے کہا جاتا ہے کہ تمام انسانوں میں یہ فضیلت صرف انہی کو حاصل ہوتی ہے کہ کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں اس کے عقد میں آئی ہوں (ابونعیم)

(۳۵) عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقی عثمان بن عفان وھو مغموم لعفان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما شانك یا عثمان؟ قال بابی انت یا رسول اللہ وامی وھل دخل علی احد من الناس ما دخل علی توفیت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندی رحمھا اللہ و انقطع الظھر و ذھب الصھر فیما بینی و بینك الی آخر الابد فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التقول ذلك یا عثمان قال ای واللہ!

حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت عثمانؓ سے ہوتی وہ اس وقت بہت ہی غم زدہ اور سخت رنجیدہ تھے، حضورؐ نے (ان کا یہ حال دیکھ کر) فرمایا عثمان تمہارا کیا حال ہے؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا کسی بھی شخص پر ایسی مصیبت آئی ہوگی جیسی مجھ پر آئی ہے، آپ کی صاحبزادی (رقیہؓ) جو میرے ساتھ تھیں، وفات پا گئی ہیں، اللہ ان پر رحمت فرماتے (اس صدمہ سے) میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور آپ سے دامادی کے رشتہ کا جو شرف مجھے نصیب تھا اب وہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے (اور میں اس عظیم نعمت اور سعادت سے

اقول لہ یارسول اللہ فبینما وھو یحاورہ اذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان ھذا جبریل یا عثمان یامرنی عن امر اللہ ان ازوجک اختھا ام کلثوم علی مثل صداقھا وعلی مثل عشرھا فزوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاھا۔

(ابن عساکر مطولا، وابن ماجہ بعضہ عن ابی ہریرۃ)

محروم ہوگیا)، توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ عثمان کیا تم ایسا ہی کہتے ہو (اور تمہیں اسی کا صدمہ اور رنج ہے؟) حضرت عثمانؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں قسم کے ساتھ وہی عرض کرتا ہوں، جو میں نے عرض ہے (میرا یہی حال اور یہی احساس ہے) اسی درمیان میں کہ آپ حضرت عثمانؓ سے گفتگو فرما رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اے عثمان یہ جبریل امین ہیں یہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچا رہے ہیں کہ اپنی بیٹی (مرحومہ) رقیہ کی بہن ام کلثوم کا نکاح تم سے کردوں، اسی مہر پر جو رقیہ کا تھا اور اسی کے مثل معاشرت پر، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کے ساتھ اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح کردیا۔

(ف) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم کا بھی انتقال ہوگیا تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے عثمان! اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں، تو میں ان میں سے ایک کے بعد ایک کا (سب کا)، تم سے نکاح کردیتا، کیونکہ میں تم سے بہت راضی اور خوش ہوں۔

(معجم اوسط طبرانی، ابن عساکر، افراد دار قطنی)

ایک حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے جس شخص نے سب سے پہلے ہجرت کی وہ عثمان بن عفان تھے، وہ اپنی اہلیہ محترمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ کو ساتھ لے کر حبشہ کے لئے روانہ ہوگئے (پھر طویل مدت تک حضورؐ کو ان دونوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی، تو آپ باہر تشریف

لے جاتے اور خبر معلوم ہونے کا انتظار فرماتے (اور اس سلسلے میں کوششیں بھی کرتے) تو قریش کی ایک خاتون ملک حبشہ سے (مکہ) آئی، تو آپ نے اس سے (ان کے بارے میں) دریافت فرمایا تو اس نے کہا اے ابوالقاسم! میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے، آپؐ نے دریافت فرمایا، تم نے ان کو کس حال میں دیکھا ہے؛ تو خاتون نے بتایا کہ میں نے عثمان کو دیکھا کہ انھوں نے آپ کی صاحبزادی کو ایک آہستہ چلنے والے حمار پر سوار کر دیا تھا اور وہ خود پیچھے پیدل چل رہے تھے، تو حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ رہے (اور ان کی حفاظت فرمائے)، اس کے بعد آپ نے فرمایا (اللہ کے پیغمبر) لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ اللہ کی طرف ہجرت کی ہے (معجم کبیر طبرانی، بیہقی، ابن عساکر)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی حکم دیا ہے کہ میں اپنی دونوں عزیز بیٹیوں کا نکاح عثمان سے کروں (ابن عدی، دار قطنی، ابن عساکر)

ایک اور حدیث میں حضرت عصمۃ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صاحبزادی کا انتقال ہوگیا، جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں (یعنی ام کلثوم) تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ آپ لوگ عثمان کا نکاح کر دیں، اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان ہی سے کر دیتا۔ اور میں نے اپنی بیٹیوں کا نکاح عثمان سے وحی کے ذریعہ ملے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کیا تھا (ابن عساکر)

ذوق عبادت اور تعلق مع اللہ

حضرت عثمانؓ ایمان اور یقین کے معاملہ میں بڑے جلیل القدر صحابی تھے، حضرت عمر فاروقؓ ایک مرتبہ ایک مجلس سے گزرے، وہاں حضرت عثمانؓ بھی بیٹھے تھے، آپ نے انھیں دیکھ کر اہل مجلس سے کہا کہ تم لوگوں میں ایک ایسا شخص بھی بیٹھا ہوا ہے کہ اگر اس کا

ایمان کسی عظیم الشان لشکر میں تقسیم کر دیا جائے تو سب کی نجات کے لئے کافی ہو جائے (ابن عساکر)

آپ بڑے عبادت گزار اور پرہیز گار شخص تھے۔

(۳۶) عن عبد الرحمٰن بن التیمی قال رائت عثمان عند المقام ذات لیلۃ قد تقدم فقرأ القرآن فی رکعۃ (کتاب الزہد ابن مبارک، ابن سعد)

حضرت عبد الرحمٰن بن تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو مقام ابراہیم کے پاس ایک رات نماز پڑھتے دیکھا، آپ نے ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیا۔

زبیر بن عبد اللہ اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صائم الدہر تھے، اور رات کے کچھ ابتدائی حصہ کو چھوڑ کر تمام رات تہجد پڑھا کرتے تھے (کنز العمال)

صائم الدہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کثرت سے روزے رکھتا ہو، اور بہت کم افطار کرتا ہو۔

آپ کا یہ حال تھا کہ جب قبرستان تشریف لے جاتے تو قبر کی منازل اور آخرت کے دن کو یاد کر کے اس قدر رویا کرتے کہ آپ کی ریش مبارک جو نہایت گھنی تھی، آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی۔

ان تمام عبادات اور خوف خدا کے باوجود آپ کا یہ حال تھا کہ بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں دوزخ اور جنت کے درمیان کھڑا کر دیا جاؤں، تو مجھے نہیں معلوم کہ مجھے کہاں بھیجا جائے گا۔ کاش وہ دن آنے سے پہلے میں مٹی ہو جاتا (مسند احمد)

اسلام کی مالی خدمات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے مال دار صحابی تھے، مگر ان کا یہ مال دین کی خدمت کے لئے وقف تھا، چنانچہ جتنا فائدہ اسلام کو ان کے مال سے پہنچا ہے، بہت کم کسی کے مال سے پہنچا ہے۔ گویا انھوں

نے اپنے مال سے جنت خرید لی تھی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول مشہور ہے کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے حضور اقدسؐ سے دو مرتبہ جنت خریدی۔ ایک رومہ کنواں خریدنے کے دن اور ایک غزوۂ تبوک کی تیاری کے دن۔ (ابن عساکر)

بئر رومہ کا وقف

(۳۷) عن البشير الاسلمی قال لما قدم المهاجرون المدينة استنكروا الماء وكانت لرجل من بنی غفار عين يقال لها رومة وكان يبيع منها القربة بمد فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم بعينها بعين فی الجنة فقال يارسول الله ليس لی ولعيالی غيرها ولا استطيع فبلغ ذلك عثمان فاشتراها بخمس وثلاثين الف درهم ثم اتى النبی صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله اتجعل لی مثل الذی جعلته له عينا فی الجنة ان اشتريتها؟ قال نعم قال قد اشتريتها وجعلتها للمسلمين۔

(طبرانی، ابن عساکر)

بشیر اسلمی سے روایت ہے کہ جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آتے تو انہیں مدینہ کا پانی راس نہیں آیا (کیونکہ وہاں عام طور پر پانی نمکین یا کھاری تھا) بنوغفار کے ایک شخص کے پاس (میٹھے پانی کا) کنواں تھا، جسے رومہ کہا جاتا تھا، وہ شخص (کنوئیں کا پانی بیچتا تھا اور) ایک مشک پانی ایک مد کے بدلہ دیتا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں کی ضرورت دیکھتے ہوئے) اس سے کہا کہ مجھ کو یہ کنواں جنت میں چشمے کے بدلے بیچ دو، اس نے کہا یارسول اللہ! میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے اس کنوئیں کے علاوہ کوئی ذریعہ آمدنی نہیں اور میں ایسا نہیں کر سکتا، جب حضرت عثمانؓ کو اس گفتگو کی خبر ملی تو آپ نے اس شخص سے وہ کنواں پینتیس ۳۵ ہزار درہم میں خرید لیا اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اگر میں اس کنوئیں کو خرید لوں تو کیا آپ میرے لئے

بھی وہی معاوضہ مقرر کرتے ہیں جو اس کے لئے کیا تھا کہ کنوئیں کے بدلے جنت میں چشمہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، حضرت عثمانؓ نے عرض کیا، میں نے وہ کنواں خرید لیا ہے اور اُسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا ہے۔

(ف) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "جو شخص ہماری خاطر بئر رومہ کو خریدے گا، پھر اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن پیاس کے وقت پانی پلائیں گے، تو حضرت عثمانؓ نے اس کنویں کو خرید لیا اور اُسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ (ابن عدی، ابن عساکر)

غزوہ تبوک کے لئے چندہ

عن حذیفه بن الیمان قال بعث النبی صلی الله علیه وسلم الی عثمان یستعینه فی جیش العسرة فبعث الیه عثمان بعشرة آلاف دینار فصبت بین یدیه فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یقلبها بین یدیه ظهر البطن ویدعو له یقول غفر الله لك یا عثمان ما اسررت وما اعلنت وما اخفیت وما هو کائن الی ان تقوم الساعة ما یبالی عثمان ما عمل بعد هذا۔

(ابونعیم فضائل الصحابه، ابن عساکر، دار قطنی)

حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے پاس جیش عسرت (غزوۂ تبوک) کے لئے امداد دینے کے واسطے ایک آدمی بھیجا تو حضرت عثمانؓ نے دس ہزار دینار بھجوا دیئے، جب یہ دینار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اٹھا کر الٹنے پلٹنے لگے اور آپ نے حضرت عثمان کے لئے دعا کی کہ عثمان! اللہ تمہارے سب گناہ معاف فرماتے وہ جو تم نے چھپ کر کئے یا ظاہری کئے، جو مخفی ہوں اور وہ سب جو تم سے کبھی بھی صادر ہوں اور عثمان کو آج کے بعد کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔

(ف) "جیش عسرۃ" اس اسلامی لشکر کو کہتے ہیں جو غزوۂ تبوک کے لئے تیار کیا گیا، دراصل عسرۃ تنگی اور مالی بدحالی کو کہتے ہیں، اور وہ زمانہ کہ جب غزوۂ تبوک کا مرحلہ درپیش تھا، مسلمانوں کے لئے سخت عسرت اور تنگی کا تھا، ایک طرف تو خشک سالی اور قحط نے نہ صرف یہ کہ غذا اور پانی کی کم یابی کے سبب انسانوں کو درختوں کے پتے کھانے اور پیاس بجھانے کے لئے اونٹوں کی اوجھ ... ڑنے پر مجبور کر رکھا تھا، دوسری طرف مسلمانوں کی کمی اور ان کے مقابلہ میں دشمن کی کثرت، محاذ جنگ کی نہایت دوری، سامان جنگ اور زاد راہ کی کمی، شدید گرمی اور دھوپ اور بے سروسامانی کی پریشانی نے نہایت مشکل حالات پیدا کر رکھے تھے۔ اس لئے غزوۂ تبوک کا نام جیش عسرت ہو گیا تھا۔

جیش عسرت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غیر معمولی امداد فرمائی تھی اور اس سلسلے میں کئی روایتیں آتی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن خبابؓ بیان کرتے ہیں۔ اس وقت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھا، جب آپ جیش عسرت کی مالی امداد کے لئے لوگوں کو ابھار رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ آپؐ کی پُر جوش تلقین سُن کر کھڑے ہوتے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں کام آنے کے لئے سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ اس کے بعد (اسی مجلس میں یا کسی اور موقع پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو اس جنگ کے لئے امداد و معاونت کی طرف متوجہ اور راغب کیا، تو حضرت عثمانؓ پھر کھڑے ہوتے اور عرض کیا کہ (پہلے سو اونٹوں کے علاوہ مزید) دو سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے اللہ کی راہ میں، میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن خبابؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل کے بعد اب عثمان جو بھی کریں ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، اس عمل کے بعد اب عثمان جو بھی کریں

اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (ترمذی)

ایک دوسری روایت میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کہتے ہیں، اس وقت جب کہ جیش عسرت کا سامان تیار کیا جا رہا تھا حضرت عثمانؓ ایک ہزار دینار اپنے کرتے کی آستین میں بھر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور ان کو آپ کی گود میں بھر دیا، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں اُلٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ آج کے اس مالی ایثار کے بعد عثمان سے اگر کوئی گناہ بھی سرزد ہو جاتے تو ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ یہ الفاظ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائے۔ (مسند احمد)

ایک دوسری روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر ساڑھے نو سو اونٹ اپنی طرف سے پیش کئے تھے اور ہزار کا عدد پورا کرنے کے لئے پچاس گھوڑے بھی دیئے تھے (ابن عساکر عن الحسن)

ان روایات میں ظاہراً تو تضاد معلوم ہوتا ہے، مگر درحقیقت ان میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ حضرت عثمانؓ نے جیش عسرت کے موقع پر مختلف اوقات میں امدادیں فرمائی تھیں

مسجد نبوی کی توسیع

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وسع لنا فی مسجد ناھذا ابنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ فاشتری البیت عثمان فوسع بہ فی المسجد (ابن عساکر)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ہماری اس مسجد میں توسیع کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا" تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ خریدی

اور اس سے مسجد نبوی میں توسیع فرمائی۔

(ف) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف ان تین موقعوں پر ہی کھلے دل سے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کیا، بلکہ اور بھی بہت سے مواقع حدیث کی کتب میں بیان ہوتے ہیں، مثلاً حضرت ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے تو فقر اور غذا کی کمی کی وجہ سے لوگ بڑی مشکل میں آگئے یہاں تک کہ خود میں نے مسلمانوں کے چہروں پر تکلیف کے آثار محسوس کئے، منافقین مسلمانوں کی اس حالت سے بڑے خوش تھے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو آپؐ نے فرمایا کہ بخدا! سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالےٰ تمہیں رزق عطا فرمادے گا، جب حضرت عثمانؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا علم ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول ضرور یہ سچ کر دکھائیں گے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چودہ اونٹ کھانے کی اشیاء سے لدے ہوئے خریدے اور ان میں سے نو حضورؐ کی خدمت میں بھیج دیئے، جب آپؐ نے وہ اونٹ دیکھے تو پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ نے آپؐ کو ہدیہ بھیجے ہیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور منافقین کے چہروں پر رنج کے آثار ظاہر ہوگئے، راوی حضرت ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے یہاں تک کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور حضرت عثمانؓ کے لئے اس طرح دعا کرنے لگے کہ اس طرح آپؐ کو کسی کے لئے دعا کرتے میں نے نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا، آپ نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ عثمان کو خوب عطا فرما، اے اللہ عثمان کے ساتھ خوب اچھا معاملہ فرما۔" (ابن عساکر)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ہم آلِ محمدؐ (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں) پر چار دن

کا سخت فاقہ گزرا، تمام گھر والے سخت بھوک کا شکار تھے، حضورؐ ہمارے پاس گھر میں آتے تو پوچھا کہ میری غیر موجودگی میں کھانے کے لئے کچھ آیا؟ میں نے عرض کیا جب آپ کے ہاتھوں نہیں آیا تو پھر کہاں سے آتے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے اس کے بعد دُعا فرمائی۔ شام کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لاتے اور انھیں جب ہمارے حالات کا علم ہوا تو کئی اونٹ مختلف غذائی اجناس سے لدے ہوئے ہمارے ہاں بھیج دیئے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمانؓ کے اس ہدیہ کا علم ہوا تو آپؐ مسجد نبویؐ میں تشریف لے گئے، اور ہاتھ اٹھا کر خوب دُعا فرمائی اور فرمایا کہ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ یہ جملہ آپؐ نے تین مرتبہ دہرایا (ابن عساکر، ابو نعیم فی فضائل الصحابہ)

حضرت عثمانؓ کے لیے دُعا میں اہتمام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھا کر یہاں تک کہ آپ کے بغل مبارک نظر آنے لگیں دُعا کرتے کسی کے لئے نہیں دیکھا، سوائے حضرت عثمانؓ کے کہ جب آپ ان کے لئے دُعا کرتے تھے تو بہت زیادہ الحاح فرماتے تھے (ابن عساکر)

حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سرخ و سفید اونٹنی ہدیۃً بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دُعا فرمائی اور کہا کہ "اے اللہ! عثمانؓ کو پل صراط پر سے گزار دیجیو" (ابن عساکر)

حضرت عثمانؓ کے خلاف سازش اور فتنہ

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری سالوں میں ان کے خلاف ایک عظیم الشان سازش

نے جنم لیا اور تاریخ اسلام کا پہلا اور سب سے بدترین فتنہ وجود میں آیا جس میں بالآخر بلوائیوں نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا اور طویل محاصرے کے بعد حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل بیان کرنا یہاں مقصود نہیں، یہاں صرف وہی چیزیں ذکر کی جائیں گی جن کا تذکرہ کتب حدیث میں آیا ہے۔

شہید مظلوم

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃ فقال یقتل ھذا فیھا مظلوما لعثمان (ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور حضرت عثمانؓ کے حق میں فرمایا کہ یہ (یعنی عثمان) اس فتنہ میں ظلماً قتل کئے جائیں گے۔

(ف) حضرت عثمانؓ کی شہادت پر منتج ہونے والے فتنہ کی پیشین گوئی بکثرت احادیث میں آئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ثمامہ بن حزن قشیریؒ بیان کرتے ہیں کہ میں اس دن وہاں موجود تھا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کی حالت میں اپنے گھر کی دیوار سے جھانک کر بلوائیوں سے خطاب فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ اپنے ان دونوں ساتھیوں کو میرے پاس لے کر آؤ، جنھوں نے تم کو میرے خلاف بھڑکایا ہے۔ چنانچہ وہ اسی طرح لاتے گئے جس طرح اونٹ اور گدھے لاتے جاتے ہیں پھر حضرت عثمانؓ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا: میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں، میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ میں مکہ کے کوہ ثبیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر تینوں کے ساتھ کھڑا تھا کہ پہاڑ نے حرکت شروع کر دی، حتیٰ کہ اس کا پتھر تلہٹی میں آگرا، بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پاؤں مارا اور فرمایا ٹھہر جا اے ثبیرا کہ تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق اور دو شہید۔ مجمع میں موجود سب لوگوں نے پکار کر کہا

ہاں یہ درست ہے۔ تب حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ مجھے رب کعبہ کی قسم ہے کہ اپنی زبان سے اقرار کر کے تم لوگ میرے جنّتی ہونے کے گواہ بن گئے ہو۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ دُہرائی (ترمذی، نسائی)

یہاں حضرت عثمانؓ نے خاص بلوائیوں سے اس حدیث کا اقرار لیا ہے۔ تاکہ انھیں بھی معلوم ہوجائے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں غلط ہے۔ اور یہ کہ آپ مظلوم قتل کئے جا رہے ہیں۔

حضرت عثمانؓ حق پر تھے

اسی طرح حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اس کو بہت ہی قریب ہونا بتایا۔ اتنے میں ایک شخص سر ڈھانپے ہوئے پاس سے گزرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا۔ تو میں نے لپک کر اس شخص کے دونوں بازو پکڑ لئے، تو وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ میں نے انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور عرض کیا کہ کیا یہ؟ آپ نے فرمایا۔ "ہاں یہ"۔ (ابن ماجہ)

حضرت عثمانؓ کو حضورؐ کی وصیت

حضرت عثمانؓ خلیفہ برحق تھے اور ان کے خلاف برپا کی جانے والی سازش درحقیقت اسلام کے خلاف تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بطور خاص وصیت فرمائی تھی کہ تم خلافت نہ چھوڑنا۔

(۳۸) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عثمان ان ملاک اللہ ھذا الامر یوما فارادک

حضرت عائشہؓ نقل کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ اے عثمانؓ! اگر اللہ تعالیٰ تم کو صاحب حکومت بناتے

المنافقون ان تخلع قميصك الذی قمصك اللہ فلا تخلعه لقول ذلك ثلث مرات۔ (ابن ماجہ)

اور منافق چاہیں کہ تمہارا وہ کرتہ (خلافت) اتاریں جو خدا نے تم کو پہنایا ہے تو تم اس کو مت اتارنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔

(ف) حضرت عثمانؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر نہایت جرأت اور بہادری سے عمل کر دکھایا، اور باوجود اس کے کہ آپ برحق تھے، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو حق پر جانتے تھے، اور آپ کی ہر طرح کی امداد کو تیار تھے تب بھی آپ نے حکومت کی طاقت کو بلوائیوں کے کچلنے میں صرف نہیں کیا، حالانکہ حضرت علیؓ اپنے دونوں بیٹوں حضرات حسنین کریمین کے ساتھ اور حضرات طلحہ اور زبیر اور دیگر صحابہ آپ کی حفاظت کے لئے ہر قسم کا قدم اٹھانے کے لئے تیار تھے، مگر اس تمام تر قدرت اور طاقت کے باوجود حضرت عثمانؓ نے اپنی خاطر کسی انسان کے خون کو بہانا روا نہ سمجھا۔ اور راہِ حق میں جامِ شہادت نوش فرمانا قبول کر لیا، یہ ایسی عظیم الشان شہادت ہے کہ اس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے کہ تمام تر قدرت اور شرعی جواز کے باوجود کوئی شخص مسلمان بھائی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنے سے باز رہے، چاہے وہ دوسرا اسے قتل کر کے جہنم رسید ہو جائے۔ یہ بالکل ایسا واقعہ ہے جیسا کہ حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ ہے۔

حضرت عثمانؓ سے بغض رکھنے والے کی نماز جنازہ حضورؐ نے نہیں پڑھی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمانؓ سے بڑی محبت تھی۔

(۳۹) عن جابرؓ قال اتی النبی صلی اللہ علیه وسلم بجنازة رجل الیه لیصلی

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا جنازہ نماز کی

علیہ فلم یصل علیہ فقیل یا رسول اللہ ما رایناک ترکت الصلوٰۃ علی احد قبل ھذا قال انہ کان یبغض عثمان فابغضہ اللہ (ترمذی)

غرض سے لایا گیا تو آپؐ نے اس کی نماز نہ پڑھی عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اس سے پہلے ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی پر نماز نہ پڑھی ہو، آپؐ نے فرمایا یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا لہذا اللہ کا مبغوض بن گیا اور جس سے اللہ بغض رکھے اس کی نماز جنازہ میں کیسے پڑھ سکتا ہوں۔

(ف) جس شخص کو حضرت عثمانؓ سے بغض تھا اس کی نماز جنازہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی، اور جو شخص اپنے ہاتھوں کو حضرت عثمانؓ کے خون سے رنگے اس کے بارے میں تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی زیادہ سخت ارشاد فرمایا۔

قاتل عثمانؓ کو باندھ کر قتل کرنا

عن زبیر قال قتل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح رجلا من قریش صبرا ثم قال لا یقتل قرشی بعد ھذا الیوم صبرا الا رجل قتل عثمان بن عفان فاقتلوہ فان لم تفعلوا تقتلوا قتل الشاء۔ (طبرانی۔ بزار)

حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک (کافر) قریشی کو بندھوا کر قتل کردیا اور پھر فرمایا "آج کے بعد کوئی قریشی باندھ کر قتل نہ کیا جائے بجز اس شخص کے جو عثمان بن عفان کو قتل کرے کہ تم اس کو قتل کردینا اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو تم خود بکریوں کی طرح ذبح کردیئے جاؤ گے۔

(ف) ممکن ہے کہ یہی وجہ ہو کہ جس کی بناء پر حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے مطالبہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہوں۔

قاتلین عثمان کا انجام

حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش برپا کرنے والے چونکہ حق پر نہ تھے، خصوصاً ان کے قتل کا اقدام کرنے والوں نے تو بڑی خشاست اور گھٹیا پن کا ثبوت دیا تھا، اس لئے وہ لوگ بڑے بُرے انجام سے دو چار ہوئے۔

عن یزید بن ابی حبیب قال ان عامۃ الرکب الذین ساروا الی عثمان جنوا (طبرانی فی الکبیر)

حضرت یزید بن حبیب فرماتے ہیں کہ وہ تمام لوگ جو حضرت عثمانؓ کی طرف (باغی بن کر) چلے تھے، مجنوں ہو کر مرے۔

محمد بن ابی بکر جو خاص قاتلین میں شامل تھا اس کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال اخذ الفاسق محمد بن ابی بکر فی شعب عن شعاب مصر فادخل فی جوف حمار فاحرق (معجم کبیر طبرانی)

خطا دار محمد بن ابی بکر کو مصر کی ایک گلی میں گرفتار کیا گیا اور گدھے کی کھال میں داخل کر کے جلا دیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کا بلوائیوں کو سمجھانا

باغیوں اور شورش کنندگان کو حضرات صحابہ کرام نے جو مدینہ منورہ میں موجود تھے بہت سمجھایا، ان کی شکایتوں کو سنا، ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا، خود حضرت عثمانؓ نے بھی ان لوگوں کو سمجھایا، مگر ان سب کوششوں کے باوجود یہود اور منافقین اپنی چال چلنے میں کامیاب ہو گئے۔

(۴۰) عن الاحنف بن قیس قال خرجنا حجاجا فقدمنا المدینۃ فبینا نحن نضع رحالنا اذ قیل لنا ان الناس

حضرت احنف بن قیس کہتے ہیں کہ ہم حج کے لئے گئے تھے جب مدینہ واپس آئے تو کجاوے اتار ہی رہے تھے تو ہمیں خبر ملی کہ مسجد میں آدمیوں

قد اجتمعوا فی المسجد بر وفزعنا
فانطلقنا فاذا الناس مجتمعون
علی نفر فی وسط المسجد فاذا علی
والزبیر وطلحۃ وسعد فانا کذلک
اذ جاء عثمان وعلیہ ملاءۃ صفراء
قد قنع بہا راسہ فقال اہہنا علی
اہہنا طلحۃ اہہنا الزبیر اہہنا
سعد قالوا نعم قال فانی انشدکم
باللہ الذی لا الہ الا ہو اتعلمون ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من
یتباج مربد فلان غفر اللہ لہ فامتعتہ
بعشرین الفا او بخمسۃ وعشرین
الفا فاتیتہ فاخبرتہ فقال اجعلہ فی
مسجدنا واجرہ لک قالوا اللہم
نعم قال انشدکم باللہ الذی لا الہ الا
ہو اتعلمون اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال من یبتاع بئر رومۃ غفر اللہ
لہ فابتعتہا بکذا وکذا فاتیتہ فاخبرتہ
قال اجعلہا سقایۃ للمسلمین واجرہا
لک قالوا اللہم نعم قال انشدکم
باللہ الذی لا الہ الا ہو اتعلمون ان

کا مجمع ہے، ہم گھبرا کر مسجد میں آتے تو دیکھتے کیا ہیں
کہ چند نفر مسجد میں ہیں اور لوگ ان پر مجتمع ہیں
اور حضرت علی، زبیر، طلحہ اور سعد رضی اللہ عنہم بھی
موجود ہیں، ہم اسی حالت میں تھے کہ دفعۃً حضرت
عثمان آتے انہوں نے زرد رنگ کی لنگی سر پر
ڈال رکھی تھی اور فرمایا کیا یہاں علی ہیں؟ کیا یہاں
طلحہ ہیں؟ کیا یہاں زبیر ہیں؟ کیا یہاں سعد ہیں؟
جواب ملا ہاں موجود ہیں، فرمایا میں تم صاحبوں کو
اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا تم
کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک بار فرمایا جو شخص فلاں باغ خریدے گا اللہ تعالیٰ
اس کی مغفرت فرمائے گا تو میں نے بیس ہزار یا پچیس
ہزار میں اس کو خریدا اور آکر آپ کو اطلاع دی تو
آپ نے فرمایا اس کو ہماری مسجد میں شامل کر دو تمہیں
تمہیں اس کا اجر ملے گا، سب نے اس کا اقرار کیا کہ
ہاں یہ صحیح ہے، پھر حضرت عثمان نے فرمایا میں تمہیں
قسم دیتا ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں،
کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص چاہ رومہ خریدے گا اللہ اس کی مغفرت فرمائے
گا تو میں نے اس کو اتنی رقم میں خریدا اور آکر حضرت
کو خبر دی، آپ نے فرمایا اس کو وقف کر کے عام مسلمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنظر فی وجوہ القوم فقال من یجھز ھولاء غفر اللہ لہ یعنی جیش العسرۃ فجھزتھم حتی لم یفقدوا عقالا ولا خطاما قالوا اللھم نعم قال اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد (نسائی)

کا سقایہ بنادو، اور اس کا اجر نہیں ملے گا، سب نے کہا ہاں بے شک، پھر حضرت عثمان نے فرمایا میں تمہیں قسم دیتا ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے مجمع کے چہروں پر نظر ڈالی اور فرمایا جو شخص ان لوگوں یعنی لشکر تبوک کے لئے سامان فراہم کرے گا اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا، بس میں نے تین سو اونٹ مع سامان کے دیئے کہ نکیل اور پاؤں باندھنے کی رسی بھی کم نہ ہوئی، سب نے کہا ہاں صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا یا اللہ گواہ رہیو یا اللہ گواہ رہیو یا اللہ گواہ رہیو۔

(ف) مدینہ میں صرف ایک میٹھا کنواں تھا، چاہ رومہ۔ اور وہ بھی ایک یہودی کے قبضے میں تھا کہ اس کے پانی کی جو چاہتا قیمت لیتا تھا۔ ایسے وقت میں جب کہ ایک پیسہ ایک لاکھ اشرفی سے زیادہ عزیز تھا حضرت عثمان کا اس کو خرید کر وقف عام کرنا۔ مسجد نبوی کی تنگی کو وسعت سے بدلنا اور لشکر اسلام کی شدید ضرورت کے وقت بھرپور مدد کرنا ایسی خدمات ہیں جو ہمیشہ کے لئے صفحۂ اسلام پر آب زر سے لکھی ہوتی ہیں۔ اور ان پر تین تین مرتبہ پیغمبر کی زبان سے پروانۂ مغفرت ملا ہے، شہادت سے قبل آپ نے بھرے مجمع میں ان کا اظہار فرما کر سب سے اقرار لے لیا تاکہ بلوائیوں پر حجت پوری ہو جائے۔

ظاہری غلطیوں کی حقیقت

حضرت عثمان کے خلاف منافقین اور یہودیوں نے جو سازش کی تھی، اس میں انھوں نے حضرت عثمان کے خلاف پروپیگنڈہ کی عظیم الشان مہم چلائی تھی اور سادہ لوح دور دراز

کے رہنے والے مسلمانوں کو ان کی شخصیت و کردار کے بارے میں شبہات کا شکار کرنے کی کوشش کی تھی، اسی طرح کا ایک واقعہ امام بخاری اور ترمذی وغیرہ نے حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کا بیان کردہ روایت کیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مصری باشندہ نے اُن سے کہا کہ میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں، وہ مجھے بتا دیجئے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ جنگ اُحد میں فرار ہو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کو علم ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں غیر حاضر تھے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ آپ نے جواب دیا ہاں۔ اس نے زور سے نعرہ بلند کیا اللہ اکبر (اور خوش ہوا کہ حضرت ممدوح کے نقائص کا ثبوت ہو گیا) پس حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، آ حقیقت حال میں تجھ سے بیان کردوں۔ یہ جنگ اُحد کے دن آپ کا فرار (اول تو فرار ہی نہ تھا کہ فرار وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگنا ہو، نہ یہ کہ آپؐ کے شہید ہونے کی خبر سُن کر بدحواس ہو جانا کہ اس کا نام انتشار ہے، اور مان لے کہ صورت فرار کی ہوئی) تو میں اس کا شاہد ہوں کہ اللہ نے اس کو معاف کر دیا (جیسا کہ قرآن میں صاف مذکور ہے) رہا غزوۂ بدر سے غیر حاضر ہونا سو اس کا سبب یہ ہوا کہ ان کی زوجیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رقیہؓ تھیں اور وہ اس وقت مریض (اور تیمار دار کی ضرورت مند) تھیں۔ پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا تم یہیں ٹھہرو اور تمہارے لئے (اس بناء پر کہ میرے حکم سے ٹھہرتے ہو) اس شخص کا سا اجر بھی ملے گا جو بدر میں جاتے گا، اور اس کے مال غنیمت کا پورا حصہ بھی۔ اب رہی غیر حاضری بیعت رضوان کی، سو عثمانؓ سے زیادہ صاحب وجاہت مکہ میں اگر کوئی دوسرا ہوتا تو وہ بھیجا جاتا، مگر چونکہ کوئی نہ تھا، اس لئے شرائط صلح طے کرنے کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ہی کو بھیجا

اور بیعت رضوان اس وقت ہوئی جب عثمان مکہ جا لئے تھے، (بلکہ بیعت کا انعقاد ہی اس افواہ پر ہوا کہ عثمان کو اہلِ مکہ نے شہید کر دیا ہے، بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو یہ فرما کر کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اپنے بائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا یہ (بیعت ہے، عثمان کی، پس دوسروں کی بیعت اپنے ہاتھ سے ہوئی تو عثمان کی بیعت دست پیغمبر سے۔ اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے اس مصری سے کہا، اب چلا جا اور اس تشریح کو بھی ساتھ ہی لیتا جا۔

حضرات صحابہ کے اکثر واقعات کی یہی نوعیت ہے کہ اگر صورت قابل ہے بھی، تب بھی حقیقت محض اخلاص اور اطاعت رسول ہے، اس لئے حق تعالیٰ اگر ذرا بھی سمجھ دے تو ان کی کسی بڑی سے بڑی غلطی پر بھی گرفت نہ کرے کہ نہ معلوم ستارہائے فلک ہدایت کے کس نور کا ظہور تھا، اور لطیف وخبیر خدا کے نزدیک اس کی حقیقت کیا ہے

حضرت عبداللہ بن سلام کا بلوائیوں کو سمجھانا

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے دنوں میں جب وہ ان کے پاس گئے تو انھیں سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، پھر پوچھا عبداللہ بن سلام کیسے آنا ہوا، عرض کیا اس لئے حاضر ہوا ہوں تاکہ (آپ کی مدد میں، استقلال دکھاؤں، حتیٰ کہ شہید ہو جاؤں یا حق تعالےٰ آپ کو فتح نصیب فرما دے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے یہ بلوائی گروہ آپ کو قتل کئے بغیر نہیں رہے گا، پس اگر آپ کو یہ لوگ قتل بھی کر دیں گے، تو بھی آپ کے لئے بہتر ہوگا اور ان کے لئے بدتر، حضرت عثمانؓ نے فرمایا تم پر میرا جو حق ہے اس کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ تم ان کے پاس جاؤ (اور ان کو سمجھاؤ)، کہ حق تعالےٰ تمہارے ذریعہ کوئی بہبودی لائے گا یا کوئی شر دفع کرے گا) اور یہ میرے پاس ٹھہرنے سے زیادہ مفید ہوگا، پس انہوں نے سُنا اور اطاعت

کی اور باہر نکل کر لوگوں کی طرف چلے، تو وہ آپ کو دیکھ کر جمع ہو گئے اور یہ خیال کیا کہ کوئی خوش کن خبر لاتے ہیں۔

خلیفہ راشد کے قتل کا وبال

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی تقریر میں انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ گزشتہ زمانہ میں جس نبی کو بھی قتل کیا گیا ہے، اس کی سزا میں قاتلین کے ستر ہزار سپاہی قتل کئے گئے ہیں، اور جس خلیفہ کو قتل کیا گیا ہے اس کے بدلہ پینتیس ہزار جوان قتل کئے گئے ہیں۔ پس تم ان بزرگ کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرو، خدا کی قسم جو شخص بھی تم میں سے ان کو قتل کرے گا، وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا شل ہو گا۔ اور جان لو کہ باپ کا جو حق بیٹے پر ہے، وہی ان بزرگ کا آپ پر ہے، پس وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور کہا اے یہودی تو جھوٹ بولتا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں یہودی نہیں ہوں، میں تو منجملہ مسلمانوں کے ایک مسلمان ہوں۔ اللہ اس کو خوب جانتا ہے اور اس کا رسول اور تمام مومنین اور میرے بارے میں تو حق تعالے نے قرآن کی چند آیتیں نازل فرمائی ہیں، قل کفی باللہ شہید بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب اور قل ارئیتم ان کان من عند اللہ الآیہ۔ پس وہ لوگ اُٹھے اور حضرت عثمانؓ کے گھر میں گھس گئے اور آپ کو ذبح کر دیا۔ پس عبداللہ بن سلام وہاں سے چل کر اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے اہلِ مصر اے قاتلین عثمان تم نے امیر المومنین کو شہید کر دیا، خوب سن لو۔ خدا کی قسم اب ہمیشہ عہد ٹوٹتا، خون بہتا اور مال بٹتا رہے گا۔ (طبرانی)

حقیقت یہ ہے کہ بلحاظ مظلومیت اور بلحاظ نتائج بد اس امت میں سب سے پہلی بےنظیر شہادت حضرت عثمانؓ کی ہے کہ کئی دن آپ کو مکان میں بے آب و دانہ محصور رکھا۔ اور

پشت دیوار سے پھاند کر علین اس وقت جب کہ آپ تلاوت میں مشغول تھے، آپ کو بڑی بے رحمی کے ساتھ شہید کر دیا، کہ آپ کا خون قرآن مجید کی اس آیت پر گرا۔ فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی ان کی شہادت اور اس شہادت کے نتائج سے آگاہ فرما چکے تھے، عثمان کو شہید کرنے کی سزا یہ ملے گی کہ پھر مسلمانوں کی تلوار جو کافروں پر چلا کرتی تھی، آپس میں چلنے لگے گی اور فتوحات کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عثمانؓ کا آخری دن

عن مسلم بن سعید مولیٰ عثمان قال ان عثمان اعتق عشرین عبدا ودعا بسراویل فشدھا علیہ ولم یلبسہ فی جاھلیۃ ولا اسلام وقال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البارحۃ فی المنام وابابکر وعمر فقالوا اصبر فانک تفطر عندما القابلہ۔ فدعا بمصحف فنشرہ بین یدیہ فقتل وھو بین یدیہ۔

(مسند احمد)

مسلم بن سعید مولیٰ حضرت عثمان بیان کرتے ہیں (کہ شہادت سے ایک روز قبل) حضرت عثمان نے بیس غلام آزاد کیے اور پاجامہ منگا کر اس کو باندھا، حالانکہ اس سے پہلے آپ نے نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ زمانہ اسلام میں کبھی پاجامہ پہنا تھا، پھر فرمایا کہ رات کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور عمر کو خواب میں دیکھا، انہوں نے مجھ سے فرمایا صبر کرو، کل کو تم ہمارے پاس آکر افطار کرو گے (چنانچہ آپ نے صبح روزے کی نیت کر لی اور) قرآن مجید منگا کر سامنے کھول لیا پس قرآن مجید آپ کے سامنے ہی تھا کہ آپ شہید کر دیتے گئے۔

(ف) شہادت سے قبل ہی حضرت عثمانؓ کو اپنے قتل کیے جانے کا اندازہ ہو گیا تھا، یہاں تک کہ آپ کو یہ تک اندازہ تھا کہ آپ کہاں دفن کیے جائیں گے۔

حضرت عثمانؓ کی مظلومیت

حضرت مالک بن انس سے منقول ہے کہ حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے اور (نعش مبارک) تین دن تک فلاں کوڑہ پر پڑی رہی (کیونکہ بلوائیوں کے خوف سے کوئی دفنانے کے لئے پاس نہ آسکا) آخر میرے دادا مالک بن ابی عامر، حویطب بن عبد العزیٰ حکیم بن حزام، عبداللہ بن زبیر اور عائشہ دختر عثمان بھی تھے (شب کے وقت) ایک تن میں چراغ ساتھ لے کر آئے اور سر پر نہ ملا، تو دروازے کے کواڑ پر نعش پر رکھا، سر مبارک دروازہ پر ہوا، طق طق بولتا تھا، حتیٰ کہ گورستان بقیع میں لاتے۔ پھر نماز جنازہ میں اختلاف ہوا (کہ بعض کی رائے تھی، شہید کے لئے نہ غسل کی ضرورت ہے نہ نماز جنازہ کی) آخر کار حکیم یا حویطب نے نماز پڑھائی، پھر دفن کرنے کا ارادہ کیا، تو بنی حازن کا ایک شخص اٹھا اور کہا، اگر تم نے ان کو مسلمانوں کے ساتھ (یہاں) دفن کیا تو میں صبح ہی لوگوں کو اطلاع کر دوں گا (اور نعش اکھڑنے کے علاوہ تم بھی آفت میں آجاؤ گے) پس آپ کو اٹھا کر مقام حسن کوکب میں لاتے اور دفن کیا اور اس سے قبل (زندگی میں) جب حضرت عثمانؓ کا حسن کوکب پر گزر ہوا کرتا، تو فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا (معجم کبیر طبرانی)

قصاص عثمانؓ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی رائے

حضرت عثمانؓ کے مظلومانہ قتل کے بعد بعض صحابہ نے فوراً قصاص کا مطالبہ شروع کر دیا، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا مشہور قول ہے۔

عن زهدم الجرمي قال خطبنا ابن عباس فقال لو ان الناس لم يطلبوا بدم عثمان لرجموا بالحجارة	حضرت زہدم جرمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے تقریر کی اور فرمایا کہ لوگ اگر عثمان کے قصاص کا مطالبہ نہ کرتے تو آسمان سے

من السماء (معجم اوسط وکبیر طبرانی) پتھر برستے اور سب سنگسار کر دیئے جاتے۔

(ف) آخر میں حضرت عثمانؓ کے بارے میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ارشاد نقل کیا جاتا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ چوتھے خلیفہ راشدؓ کی آپ کے بارے میں کیا رائے تھی۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

ثابت بن علبید سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں مدینہ جانے والا ہوں، وہاں لوگ مجھ سے عثمانؓ کے بارے میں سوال کریں گے تو (مجھے بتلا دیجئے) کہ میں ان کو کیا جواب دوں، حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کو یہ جواب دینا اور یہ بتلانا کہ عثمانؓ اللہ کے بندوں میں سے تھے (جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے) وہ بندے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے پھر انھوں نے تقویٰ اور کامل ایمان والی زندگی گزاری، پھر تقویٰ اور احسان کا مقام ان کو حاصل ہوا، اور اللہ تعالیٰ اپنے اِن بندوں سے محبت اور پیار فرماتا ہے جو مقام احسان پر فائز ہوں (ابن مردویہ، ابن عساکر)

جیسا کہ سب ہی کو معلوم ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے کوفہ کو دارالحکومت بنالیا تھا جو صاحب مدینہ جانے والے تھے، اور انھوں نے حضرت سے وہ سوال کیا تھا جو روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔ بظاہر وہ حضرت علیؓ کے خواص اہلِ تعلق میں سے تھے، ان کا مقصد یہ تھا کہ جب میں مدینہ پہنچوں گا تو لوگ مجھ سے آپ کے تعلق سے حضرت عثمانؓ کے بارے میں سوالات کریں گے تو میں ان کو کیا جواب دوں (ملحوظ رہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عثمانؓ کی شخصیت متنازعہ ہو گئی تھی، اور وہ شہید کر دیئے گئے تھے اور ان کو شہید کرنے والے باغی حضرت علیؓ کی محبت کا دم بھرتے تھے) تو حضرت علیؓ نے ان کو وہ جواب دیا جو

روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔

یہ دراصل سورۃ مائدہ کی آیت ۹۲ کا اقتباس ہے۔ آیت کا مطلب ہے کہ جو بندے ایمان، اعمال صالحہ، تقویٰ اور احسان والی زندگی گزاریں، ان سے کسی قصور کے بارے میں آخرت میں پوچھ گچھ نہ ہوگی اور وہ اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں، عثمانؓ اللہ کے انہی محبوب و مقبول بندوں میں سے تھے۔

ملحوظ رہے کہ یہاں جو احسان کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ ایک خاص دینی اصطلاح ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی اور اس کے احکام کی فرمانبرداری اس طرح کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ اس کی نگاہ کے سامنے ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایمان و ایقان کا اعلیٰ درجہ ہے (معارف الحدیث)

مناقب حضرت معاویہؓ

(۱) عن عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃؓ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ (ترمذی جمع الفوائد)

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی عمیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا اے اللہ اس کو راہبر و ہادی بنا اور راہ یاب بنا اور اس کے ذریعہ سے (دوسروں کو) ہدایت عطا فرما (ترمذی جمع الفوائد)

(۲) عن ابی ادریس الخولانیؒ قال لما عزل عمر بن الخطاب عمیر بن سعد عن حمص وولی معاویۃ فقال الناس عزل عمیرا وولی معاویۃ

حضرت ابو ادریس خولانیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عمیر بن سعد کو حمص (کی گورنری) سے معزول کر کے حضرت معاویہؓ کو ان کی جگہ مامور فرمایا تو (بعض) لوگوں نے کہا (دیکھئے) عمیرؓ کو تو

فقال عمر لا تذکروا معاویة الا بخیر فانی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم اھد بہ۔ (ترمذی)

پر خاست کردیا اور معاویہؓ کو گورنر بنا دیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا معاویہ کا تذکرہ خیر کے سوا (برائی کے ساتھ) نہ کرو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوتے سُنا ہے کہ اے اللہ اس کے ذریعہ (مخلوق کو) ہدایت نصیب فرما (ترمذی)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ سے فرمایا اے معاویہ اگر تمہارے سپرد امارت کی جاتے (اور تمہیں امیر بنایا جاتے) تو تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرنا (الاصابہ) ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت میں پہلا لشکر جو بحری لڑائی لڑے گا اس نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی (بخاری) اور یہ ثابت ہے کہ سب سے پہلا بحری بیڑا حضرت معاویہؓ نے تیار کیا اور بحیثیت امیر البحر قبرص کو فتح کیا۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا نقل کی گئی ہے اللھم علم معاویة الکتاب والحساب وقہ العذاب (الاستیعاب تحت الاصابہ ومجمع الزوائد ص ۳۵۶) یعنی یا اللہ معاویہ کو حساب وکتاب کا علم عطا فرما اور اس کو عذاب جہنم سے بچا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا اے لوگو معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو، کیونکہ اگر تم نے انھیں گم کردیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے

(البدایہ والنہایہ ص ۱۳۱ ج ۸ مطبوعہ مصر)

حضرت معاویہؓ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں وحی کا کاتب بنایا، اسی وجہ سے انھیں کاتب وحی کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتابت وحی کا کام جتنا نازک تھا اور اس کے لئے جس احساس ذمہ داری، امانت و دیانت اور علم و فہم کی ضرورت تھی وہ محتاج بیان نہیں، اسی وجہ سے حضورؐ نے

ان کے لئے بار بار دعا فرمائی جو کتب حدیث میں مذکور، بعض اوپر ذکر کی گئیں۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کسی کام میں مشورہ کے لئے طلب فرمایا مگر دونوں حضرات کوئی مشورہ نہ دے سکے تو آپؐ نے فرمایا کہ معاویہ کو بلاؤ اور اس معاملہ کو ان کے سامنے رکھو کیونکہ وہ قوی اور امین ہیں (یعنی صحیح مشورہ دیں گے غلط مشورہ نہیں دیں گے) (مجمع الزوائد، طبرانی، بزار) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قوی اور امین فرمانا کوئی معمولی بات ہے؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار تھے اور حضرت معاویہؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا، تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ نے فرمایا، اے معاویہ تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا پیٹ (اور سینہ) آپ کے جسم کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اللھم املاہ علماً یعنی اے اللہ اس کو علم سے بھر دے (حافظ ذہبی ص ۳۱۹ ج ۲)

حضرت معاویہؓ کے بارے اور بھی بہت سی احادیث کتب حدیث میں مذکور ہیں طوالت کے خوف سے اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

صحابہ کرام کے مجموعی فضائل و مناقب نیز علیحدہ علیحدہ مناقب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بہت کثرت سے کتب حدیث میں وارد ہوتے ہیں۔ یہاں سب کو جمع کرنا نہ مقصود ہے نہ ممکن، محض نمونہ کے طور پر چند آیات اور احادیث نقل کر دی گئیں۔ اخیر میں صحابہ کرام پر جھوٹا الزام لگانے والوں کا دنیا میں جو حشر ہوا اس کے دو واقعات نقل کر کے اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ یہ دونوں قصے بخاری اور مسلم دونوں ائمہ حدیث نے اپنی اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں، اس قسم کے اور بھی بے شمار واقعات کتب حدیث و تاریخ میں نقل کئے گئے ہیں مگر عبرت کے لئے دو بھی کافی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی بددعا

(۱)

حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ اہلِ کوفہ نے حضرت عمرؓ کے پاس اپنے حاکم سعدؓ بن ابی وقاص کی شکایت کی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر کے عمارؓ کو ان کا حاکم مقرر کیا، حضرت عمرؓ نے ان کے پاس آدمی بھیجا اور کہا اے ابو اسحٰق یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ تم نماز ٹھیک سے نہیں پڑھتے۔ انھوں نے کہا واللہ میں تو حضورؐ جیسی نماز پڑھتا ہوں، کوئی چیز مجھ سے نہیں چھوٹتی۔ میں پہلے دو دو رکعتیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں اور آخر کی دو رکعتیں ہلکی کر دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا مجھے تم سے یہی امید تھی، پھر ان کے ساتھ (یعنی عمارؓ) کئی مرد کوفہ والوں سے دریافت کرنے کے لئے کوفہ بھیجا۔ ان لوگوں نے کوفہ کی ہر مسجد میں حال دریافت کیا لیکن ہر شخص نے حضرت سعدؓ کی تعریف کی، پھر بنی عبس کی مسجد میں پہنچے تو وہاں ایک شخص جس کا نام اسامہ بن ابو قتادہ اور کنیت ابو سعدہ تھی، کھڑا ہو گیا اور کہا جب تم قسم دے کر پوچھتے ہو تو ہم تم کو پورا حال بتاتے ہیں، سنو سعدؓ کی یہ حالت ہے نہ تو کسی فوج کے ساتھ جاتے ہیں نہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں، نہ عدل کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں، حضرت سعدؓ نے کہا واللہ میں بھی تین دعا کرتا ہوں اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے دکھانے اور سنانے کو کھڑا ہوا ہے (یعنی شہرت طلبی کے لئے) تو اس کی عمر لانبی کر، اس کے فقر کو دراز کر، اس کو فتنہ میں ڈال۔ اس کے بعد جب کوئی اس سے ملتا اور پوچھتا تو وہ کہتا مجھے سعدؓ کی بددعا لگ گئی۔ عبدالملک بن عمیر جو جابر بن سمرۃ سے راوی ہیں وہ کہتے ہیں میں نے اس واقعہ کے بعد اس کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی پلکیں بھی جھڑ گئی تھیں اور وہ رستہ میں لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا (بخاری، مسلم)

(۲)

حضرت عُروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ سعید بن زید سے اروٰی بنت اوس نے مروان بن حکم کے دربار میں جھگڑا کیا اور دعویٰ کیا کہ سعیدؓ نے میری کچھ زمین دبالی ہے حضرت سعیدؓ نے کہا بھلا میں اس کی زمین لوں گا، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے ایسی جرأت نہیں کر سکتا. مروان نے کہا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سُنا ہے؟ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جو شخص بالشت بھر زمین بھی ظلماً دبالے گا، اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا. مروان نے کہا واللہ میں اس سُننے کے بعد اب تم سے کوئی سوال نہیں کر سکتا. حضرت سعیدؓ نے کہا اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کی زمین پر اس کو موت دے حضرت عروہ کہتے ہیں کہ وہ عورت اندھی ہو گئی، ایک دن اپنی اسی زمین پر چل پھر رہی تھی اتفاق سے ایک گڑھے میں پاؤں پڑا، بس گری اور ختم ہو گئی (بخاری، مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں محمد بن زید بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اس کو اندھا دیکھا اور وہ ٹٹولتی ہوئی چلتی تھی اور کہتی تھی مجھے سعیدؓ کی بد دعا لگ گئی اور اس کی زمین میں جس کے بارے میں وہ جھگڑی تھی ایک کنواں تھا اسی میں گر پڑی، وہی کنواں اس کی قبر تھی۔

حضرت عُمر بن عبدالعزیزؒ کا مکتوب

صحابہ کرام کے بعد دوسرا قرن حضرات تابعین کا ہے جس کو احادیث مذکورہ میں خیر القرون میں داخل کیا ہے، اس خیر القرون حضرات تابعین میں بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز سب سے افضل مانے گئے ہیں، انھوں نے اپنے ایک مکتوب میں صحابہ کرام کے اس مقام کی وضاحت اور لوگوں کو اس کے پابند ہونے کی تاکید الفاظ ذیل میں فرمائی ہے

یہ طویل مکتوب حدیث کی مشہور کتاب مستند اول کتاب ابو داؤد میں سند کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس کے ضروری جملے جو مقامِ صحابہ کے متعلق ہیں یہ ہیں:۔

فارض لنفسك مارضي به القوم لانفسهم فانهم على علم وقفوا وببصير نافذ كفوا وهو على كشف الامور كانوا اقوى وبفضل ما كانوا فيه اولى فان كان الهدى ما انتم عليه لقد سبقتموهم اليه ولئن قلتم انما حدث بعدهم ما احدثه الا من اتبع غير سبيلهم ورغب بنفسه عنهم فانهم هم السابقون فقد تكلموا فيه بما يكفي ووصفوا منه ما يشفي فما دونهم من مقصر وما فوقهم من محسر وقد قصر قوم دونهم فجفوا وطمح عنهم اقوام فغلوا وانهم بين ذلك لعلى هدى مستقيم الخ

پس تمہیں چاہیئے کہ اپنے لئے وہی طریقہ اختیار کرلو جس کو قوم (صحابہ کرام) نے اپنے لئے پسند کرلیا تھا اس لئے کہ وہ جس حد پر ٹھہرے علم کے ساتھ ٹھہرے اور انہوں نے جس چیز سے لوگوں کو روکا ایک دوربین نظر کی بنا پر روکا اور بلاشبہ وہ ہی حضرات دقیق حکمتوں اور علمی الجھنوں کے کھولنے پر قادر تھے اور جس کام میں تھے اس میں سب سے زیادہ فضیلت کے وہی مستحق تھے پس اگر ہدایت اس طریق میں مان لی جائے جس پر تم ہو تو اس کے یہ معنے ہیں کہ تم فضائل میں ان سے سبقت لے گئے (جو بالکل محال ہے) اگر تم یہ کہو کہ یہ چیزیں ان حضرات کے بعد پیدا ہوتی ہیں (اس لئے ان سے یہ طریقہ منقول نہیں) تو سمجھ لو کہ انکو ایجاد کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ان کے راستہ پر نہیں ہیں اور ان سے علیحدہ رہنے والے ہیں کیونکہ یہی حضرات سابقین ہیں جو معاملات دین میں اتنا کلام کر گئے ہیں جو بالکل کافی ہے اور اس کو اتنا بیان کر دیا جو شفا دینے والا ہے، پس ان کے طریقہ سے کمی و کوتاہی کرنے کا بھی موقع نہیں ہے، اور ان سے زیادتی کرنے کا بھی کسی کو حوصلہ نہیں ہے اور بہت سے لوگوں نے ان کے طریقہ میں کوتاہی کی وہ مقصد سے دور رہ گئے اور بہت سے لوگوں نے ان کے

طریقہ سے زیادتی کا ارادہ کیا وہ غلو میں مبتلا ہو گئے اور یہ حضرات افراط و تفریط اور کوتاہی کے درمیان ایک راہ مستقیم پر تھے۔

افضل التابعین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جن کی خلافت کو بعض علماء نے خلافت راشدہ کے ساتھ ملایا ہے اور ان کے دور خلافت میں اسلامی قوانین کی تنقید اور شعائر اسلام کا اعلاء بلا شبہ خلافتِ راشدہ ہی کے طرز پر ہوا ہے۔ ان کے اس ارشاد کے مطابق ایک دو گمراہ فرقوں کے علاوہ پوری امت محمدیہ نے صحابہ کرام کے متعلق اسی عقیدہ پر اجماع و اتفاق کیا ہے۔ اس اجماع کا عنوان عام طور پر کتب حدیث اور کتب عقائد میں یہ ہے کہ "الصحابۃ کلھم عدول"، حاصل مفہوم اس جملہ کا وہی ہے جو اوپر کتاب و سنت کے حوالوں سے صحابہ کرام کے درجہ و مقام کے متعلق لکھا گیا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

قرآن مجید اور احادیث کے واضح ارشادات کے بعد کسی مسلمان کے دل میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہونا چاہیئے، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول پر ایمان ہو، مگر پھر بھی بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ تاریخ میں بہت سے ایسے واقعات لکھے ہوئے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان ارشادات کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، یہ اشکال قرآن و حدیث اور تاریخ کی حیثیت اور درجہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، یہ حضرات قرآن و حدیث اور تاریخ کو یا تو ایک درجہ میں رکھتے ہیں یا تاریخ کو قرآن و حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، جس کی وجہ سے تاریخی واقعات کو سچا ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث کے واضح ارشادات کا یا تو انکار کرتے ہیں یا ان میں تاویل کرتے ہیں، دونوں کے درجات کو سمجھنا نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر سخت گمراہی اور سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے جیسا کہ اوپر اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ظاہر ہے۔ ان دونوں کے فرق کو سمجھنے

کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی "مقام صحابہؓ" کا مطالعہ بہت مفید ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اس فرق کو بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ حضرت مفتی صاحب ہی کے الفاظ میں اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ جو حضرات تفصیل دیکھنا چاہیں وہ مقام صحابہ کا مطالعہ فرمائیں۔ مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"قرآن و سنت کی نصوص اور امت کے اجماعی عقیدہ نے جو امتیاز صحابہ کرامؓ کی ذات و شخصیات کو عطا کیا ہے وہ نظر انداز کر دیا گیا۔ وہ امتیازی خصوصیت حضرات صحابہؓ کی یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان سب کے بارے میں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا، اور ان کا مقام جنت ہونے کا اعلان کر دیا اور جمہور اُمت نے ان کی ذات و شخصیات کو اپنی جرح و تنقید سے بالاتر قرار دیا۔ ان کے مختلف مسائل و مسالک میں سے عمل کے لئے شرعی حدود اجتہاد کے دائرے میں کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کر لینا اور دوسرے کو مرجوح قرار دے کر ترک کر دینا دوسری چیز ہے، اس سے جس کے مسلک کو مرجوح قرار دیا گیا ہے اس کی ذات اور شخصیت نہ مجروح ہوتی ہے اور نہ ایسا کرنا ان کے ادب کے خلاف ہے، کیونکہ احکامِ شرعیہ پر عمل فرض ہے اور اختلاف اقوال کے وقت دو متضاد چیزوں پر عمل ناممکن ہے شرعی فریضہ کی ادائیگی کے لئے اقوال مختلفہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ناگزیر ہے بشرطیکہ دوسرے کی ذات اور شخصیت کے بارے میں کوئی ادنیٰ بے ادبی یا کسرِ شان کا پہلو اختیار نہ کیا جائے۔

فنِ تاریخ کی اہمیت اور اس کا درجہ

اوپر جو یہ لکھا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ذوات و شخصیات اور ان کے مقام کا تعین صرف تاریخی روایات کی بنیاد پر کر لینا درست نہیں، کیونکہ یہ حضرات رسالت اور امت کے درمیانی واسطہ ہونے کی حیثیت سے از روئے قرآن و سنت ایک خاص مقام رکھتے ہیں تاریخی روایات کا یہ درجہ نہیں ہے کہ ان کی بنا پر ان کے اس مقام کو گھٹایا یا بڑھایا جا سکے،

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ فن تاریخ بالکل ناقابل اعتبار و بیکار ہے (آگے اسلام میں اس کی ضرورت و اہمیت واضح کی جائے گی)، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اعتبار و اعتماد کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں۔

اسلام میں اعتبار و اعتماد کا جو مقام قرآن کریم اور احادیث متواترہ کا ہے وہ عام احادیث کا نہیں جو حدیث رسولؐ کا درجہ ہے وہ اقوال صحابہ کا نہیں، اسی طرح تاریخی روایات کے اعتماد و اعتبار کا بھی وہ درجہ نہیں ہے جو قرآن و سنّت یا سند صحیح سے ثابت شدہ اقوال صحابہؓ کا ہے بلکہ جس طرح نص قرآنی کے مقابلہ میں اگر کسی غیر متواتر حدیث سے اس کے خلاف کچھ مفہوم ہوتا ہو تو اس کی تاویل واجب ہے یا تاویل سمجھ میں نہ آئے تو نص قرآنی کے مقابلہ میں اس حدیث کا ترک واجب ہے، اسی طرح تاریخی روایات اگر کسی معاملے میں قرآن و سنّت سے ثابت شدہ کسی چیز سے متصادم ہوں تو وہ بمقابلہ قرآن و سنّت کے متروک یا واجب التاویل قرار دی جائے گی خواہ وہ تاریخی اعتبار سے کتنی ہی معتبر و مستند روایات ہوں۔

اعتبار و اعتماد کی یہ درجہ بندی کسی فن کی عظمت و اہمیت کو گھٹاتی نہیں، البتہ شریعت اور اس کے احکام کی عظمت کو بڑھاتی ہے کہ ان کے ثبوت کے لئے اعتماد و اعتبار کا نہایت اعلیٰ درجہ لازم قرار دیا گیا ہے، پھر احکام شرعیہ میں بھی تقسیم کر کے عقائد اسلامیہ کے ثبوت کے لئے ہر شرعی دلیل بھی کافی نہیں سمجھی جاتی جب تک قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نہ ہو باقی احکام علیہ کیلئے عام احادیث جو قابلِ اعتماد سند کے ساتھ منقول ہوں وہ بھی کافی ہوتی ہیں (مقام صحابہ)

اللہ تعالیٰ ان پاک نفوس کی محبت نصیب فرمائے۔ اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔ اللھم ارزقنا حبك حب نبيك وحب من يقربنا حبه عندك اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلىٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

(ڈاکٹر) محمد اسماعیل میمن مدنی غفرلہ
مقیم کینیڈا ۱۰-۱۳ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ


Mr. Books